

ماہنامہ

ششم

بھیرہ
پنجاب

مدیر مسئول

ظہور احمد گوی

مدیر

سید نذیر الحق قادری میٹھی

بیکاد گار
 حضرت مولانا محمد درگاہی لودھی

منجانب

اراکین حزب الانصار بھیرہ پنجاب

انراض و ممتا ص

۱۔ اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ۔ تبلیغ و اشاعت اسلام۔
 ۲۔ اصلاح رسوم
 ۳۔ احیاء اشاعت علوم دینیہ۔

قواعد و ضوابط

- ۱۔ رسالہ کی عام قیمت ڈیڑھ روپیہ سالانہ مقرر ہے۔ بذریعہ وی پی پی یا پچ آنے زیادہ خرچ ہوتے ہیں جو صاحب یا پچروپے یا اس سے زیادہ رقم بغرض اعانت ارسال فرما دیں گے وہ معاون خاص مقرر ہوئے۔ ایسے حضرات کے اسمائے گرامی شکر یہ کے ساتھ درج رسالہ ہوا کریں گے۔
- ۲۔ غریب و مفلس اشخاص اور طلباء کیلئے رعایتی قیمت سالانہ ایک روپیہ مقرر ہے۔
- ۳۔ ان کا ان حزب الانصار کے نام رسالہ مفت بھیجا جاتا ہے جبکہ رکنیت کم از کم ہر ماہوار یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔

- ۴۔ نمونہ کارچہ تین آنے کے ٹکٹ ارسال کرنے بھیجا جاتا ہے۔ مفت نہیں بھیجا جاتا۔
- ۵۔ سالانہ ہر انگریزی ماہ کے پہلے عشرہ میں ڈاک میں ڈالا جاتا ہے۔ دیہات کے چھپی رسالوں کی غفلت سے اکثر رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جن صاحبان کو رسالہ نہ ملے وہ مہینہ کے آخر میں اطلاع دے دیا کریں۔ ورنہ دفتر ذمہ وار نہ ہوگا۔

جملہ خط و مکتبت و ترسیل زر

م

منیجر رسالہ شمس الام
 بھیرہ ہونی چاہیے
 پنجاب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شمارہ الاسرار

ماہنامہ

بھیرہ — (پنجاب)

جلد ۶ ماہ مارچ مطابق ماہ ذوالحجہ ۱۳۵۳ھ ۱۹۳۵ء بابت

نمبر ۳

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
۱	معارف قرآن	۲
۲	آفتاب رسالت کی لمعائیاں	۴
۳	عالم روحانیت کی سیر	۶
۴	تاریخ و عبر	۸
۵	اخلاقیات (اسلام اور اخلاق زندگی)	۱۱
۶	غمید الضحیٰ	۱۲
۷	روضۃ اطہر مرزا کی نگاہ میں	۱۹
۸	بہاول پور کے حرکتہ الآرا مقدمہ کا فیصلہ	۲۰
۹	رسدات ادارات	۲۲
۱۰	میرزائے قادیان کا ایمان قرآنی معیار پر	۲۵
۱۱	نگہش سنی اور کلب علی شیعہ کی چوتھی ملاقات	۳۴
	معاون مدیر	
	(جناب محمد عبدالرحمن صاحب احمد پوری)	
	جناب محمد عبدالقدیر صاحب احمد پوری	
	معاون مدیر	
	چاپ و نگارش	
	از خان زادہ غلام احمد خان بنگش	

دوبارہ چھپ کر جلدی سائیز ۲۹×۲۲ تیار ہو گئی ہے۔ اس میں مذمتِ بھیرہ کے سلسلہ راز کا انکشاف کیا گیا ہے مصنفہ مولانا پیر قطبی شاہ صاحب قیمت دو آنہ (۲) حقیقت

معارف قرآن

بسم اللہ کے احکام و فوائد

قرآن مجید قرآن حمید بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع ہوتا ہے جس سے بیمار اسرار و حکم نکلتے ہیں ان میں سے یہاں چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع ہے جو نہایت بخشش والا بہت مہربان ہے۔

سنن ابو داؤد میں اسناد صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم سورتوں کا فصل نہیں پہچانتے تھے یہاں تک کہ آپ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل کی گئی۔ اسی حدیث سے حضرت امام ابو حنیفہؒ نے استدلال کیا ہے کہ بسم اللہ کسی صورت کا جزو نہیں بلکہ وہ فصل پہچاننے

کے واسطے نازل کی گئی ہے۔ لیکن امام شافعی کے نزدیک یہ سورۃ فاتحہ کا جزو ہے۔ فقہائے حنفیہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ کہ بسم اللہ ایک مستقل آیت نازل کی گئی ہے جو ہر صورت سے پہلے فصل پہچاننے کے لئے

رکھی گئی ہے۔

بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا چاہئے یا آہستہ سے؟ اس بارے میں شیخ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ جن علماء کے نزدیک بسم اللہ سورت فاتحہ کی آیت نہیں وہ قرأت فاتحہ کے ساتھ بسم اللہ کا جہر نہیں کرتے

اور جن کے نزدیک بسم اللہ ہر سورۃ میں سے ایک آیت ہے جیسے امام شافعیؒ وغیرہ وہ جہر سے پڑھتے ہیں۔

علمائے مجتہدین اور فقہائے حنفیہ کا مذہب یہی ہے کہ نماز میں بسم اللہ کو جہر سے نہیں پڑھنا چاہئے۔

یہی امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، چاروں خلفائے راشدین، اور جماعت صحابہ و تابعین سے ثابت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ کی بابت پوچھا تو حضور نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے

اور یہ نام اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم سے اس قدر قریب ہے جیسے آنکھ کی سیاہی و سفیدی میں قربت ہوتی ہے

بسم اللہ کی فضیلت و برکت :- ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو یہ آیت ہو

کہ اللہ تعالیٰ اس کو ملائکہ زبانیہ سے جو تعداد میں آئیں اور ملائکہ عذاب و دوزخ میں نجات دے تو اس کو

چاہئے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے بسم اللہ کے کل حروف میں سے ہر حرف

کو ہر زبانہ سے سپرد کر دیگا۔ یعنی بسم اللہ کے انیس حروف ہیں۔ اور ملائکہ زبانیہ بھی انیس ہیں پس اس کا ہر ایک حرف ایک زبانہ کے واسطے سپرد ہے۔

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب بسم اللہ نازل ہوئی تو غم بجانب مشرق بھاگا۔ یاح کے جھکڑوں کو سکون ہو گیا سمندر کو ہچان ہوا۔ بہائم نے اپنے کان لگائے۔ شیاطین کو آسمان سے رجم کیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے عزت و جلال کی قسم کھائی کہ جس چیز پر اس کا نام لیا جائیگا اس میں ضرور برکت ہوگی۔ اس اثر سے بسم اللہ کی انتہائی فضیلت و برکت ثابت ہوئی ہے۔ اسی واسطے ہر قول و فعل سے پہلے بسم اللہ کہنا مستحب ہے حدیث میں آیا ہے کہ ہر اہم معتد جو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کیا جائے وہ اجزم ہے یعنی جذامی کی طرح مطلق و بے برکت ہے۔ پس ہر ایسے کام کے واسطے جو شرعاً مباح ہو۔ خواہ قول ہو یا فعل بسم اللہ کہنا چاہئے خصوصاً کھانے کے وقت تو بسم اللہ کہنا بدرجہ اولیٰ مستحب ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ کھاتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو شیطان ساتھ کھاتا ہے۔ اور اس کی برکت جاتی رہتی ہے۔ تفسیر مواہب الرحمن میں اس کے متعلق لکھا ہے۔۔

واضح ہو کہ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ مومن کا شیطان خف و لاغز ہوتا ہے اور کافر کا شیطان موٹا تازہ و قوی۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر بسم اللہ کہنے کے جو شیطان ساتھ کھاتا ہے۔ شاید یہ وہی شیطان ہو۔ جو ہمزاد ہے۔ اور اس میں بھید یہ ہے کہ جسم انسانی کی ترکیب اسی صورت جسمیہ محسوسہ سے اور اس کے مائل پیکر بننا سے ہے۔ اور روح نورانی اور اس کے مائل پیکر فوری ملکی سے ہے۔ پس انسان جو غذا کھاتا ہے۔ اگر اس ایمان کے ساتھ بسم اللہ کہہ کر کھائی تو وہ متمر نور و برکات اور طاعت و ذکر الہی ہوتی ہے۔ جیسے پیکر نورانی قوی ہوتا ہے یعنی فوری کثرت ہوتی ہے۔ اور اگر کفر کیا بسم اللہ چھوڑ دی تو وہ غذا اُسے جسمانی ہو کر پیکر پورانی کی قوت ہوتی ہے جس سے شرف و فساد اور حصیت حاصل ہو۔ یا کمتر یہ کہ وہ غذا رائیگاں ہو۔ کیونکہ یہ جسم آخر کار فانی ہے پس ہمزاد کے ساتھ کھانے کے یعنی ہیں۔ جو غذا کو ہوسے اور شاید کہ شیطان سے ابلیس اور اس کی ذیت مراد ہو۔ جو ہمزاد سے علیحدہ ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح جائز افعال و اقوال سے پہلے بسم اللہ کہنا مستحب ہے۔ اسی طرح اس کے برعکس اگر ناجائز اور گناہ کے کاموں میں بسم اللہ کہا جائے۔ تو حصیت ہے۔ حتیٰ کہ فقہاء نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اگر زنا کاری شراب خواری اور حرام کھانے کے موقع پر بسم اللہ کہی جائے۔ تو قائل کافر ہو جائیگا۔

بسم اللہ کی حکمت ابن عباس سے روایت ہے کہ اول جو چیز جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لائے یہ ہے کہ جبرئیل نے کہا کہ اے محمد! کہو:۔ استعین باللہ السميع العليم من الشيطان الرجيم۔ اس کے بعد کہا کہ بسم اللہ اللہ الرحمن الرحیم ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد! اپنے رب کے نام پاک کے ساتھ پڑھو۔ اور اُسے بیٹھے اپنے رب کا ذکر کرو۔ بسم اللہ کے حکم کا فائدہ اور مقصود یہ ہے کہ ایک مسلمان حقیقت میں خدا کا فرمان بردار بن جائے۔ اس کا ہر دینی و دنیوی کام اللہ کے نام سے شروع ہو۔ تاکہ اس میں خیر و برکت ہو۔ عبادت و محبت الہی کے

جو کھلیں۔ اطاعت اُچی کا سچا جذبہ دل و دماغ میں موجزن ہو۔ اور سنان صحیح سنوں میں اپنے خدا کا بن جائے۔ کیا کہنے ہیں اُس کتاب مقدس کے جس نے شروع ہی میں بنی نوع انسان کو وہ سبق دیا ہے کہ اگر قرآن کے علم و عمل سے مستفیض ہونے والے فلسفہ متعوز اور بسم اللہ کی حقیقت سے واقف ہو جائیں تو ان کی پیشانیوں سے پاکیزگی جیتا کے نور کا دریا بہہ جائے۔ آسمان سے اُن پر رحمت و مغفرت کی بارش ہو۔ اور زمین اپنے تمام دفینے اُگل کر اُن کے قدموں میں ڈھیر کر دے۔

کیا دُنیا کی کوئی اور بھی مذہبی کتاب ایسی ہے جس کا آغاز اس شان و انداز سے ہوتا ہو۔ اور جس نے شروع ہی میں اپنے متبعین کے نورانی و ملکی جذبات کو یوں براہِ نیغہ کیا ہو۔ ہر گز نہیں۔ یہ تفوق و برتری صرف قرآن مقدس ہی کو حاصل ہے۔

آفتابِ رسالت کی لمعائیاں

علمائے اُمت کا فرض

آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے جب کہ اُمتِ محمدی کو دارین کی فائز المرامی کامیابی۔ سرفرازی اور سرداری بخشی گئی۔ تو مسلمانوں کے خدائے اُن کے ہاتھ میں کتاب مقدس قرآن مجید کو دیکر تائید و ہدایت کر دی تھی کہ اس کے مطابق اپنے اعمال و افکار کو بناؤ۔ اور حکومت و جہانداری لے لو۔ نیز تائیدی کہ: اَقِمُّوْا الدِّیْنَ وَلَا تَتَخَفُوا ۖ اِنَّہٗ دِیْنُ حَقٍّ کُوْنَا فِیْہٖ۔ اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِجَالُکُمْ۔ اگر تم نے اخوت اسلامیہ اور دینِ واحد کے ٹکڑے کئے۔ آپس میں جھگڑے۔ فساد اور فتنے برپا کئے اور نفاق و شقاق کو راہ دی تو تمہاری ہوا خیزی ہو جائیگی۔

چونکہ نبوت و رسالت حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ وحی کا دروازہ قیامت تک کیلئے بند ہو گیا۔ اور خدا کا آخری و اکمل دین شکلِ مسترآن مکمل ہو گیا۔ جو اُمتِ محمدی کی تمام دینی و دنیوی ضروریات و ہدایت نمائی کے لئے کافی و کفایتی ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اُمت کی فلاح و بہبود۔ رشد و ہدایت اور دینِ حق کے قیام و استحکام کا مضبوط انتظام و سامان کیا جائے۔ چنانچہ یہ خدمتِ جلیلہ بکمال اعزاز و افتخار علمائے کرام کو تفویض ہوئی جو آقائے دو جہان کے وارث اور اُمت کے محافظ ہیں۔ اور جن کے حق میں اللہ پاک فرماتے ہیں: اِنَّمَا یُخِیْلِ اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہٖ الْعُلَمَآءَ۔ اللہ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو اُس کی عظمت کا علم رکھتے ہیں اور جن کا مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے۔

عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ۔ میری اُمت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کی مانند ہیں۔ یعنی جو شرف و ہدایت کا کام مجھ سے پہلے انبیاء بنی اسرائیل کیا کرتے تھے۔ وہ کام میری اُمت کے علماء کیا کریں گے۔ پس

علمائے اُمت کا فرض منصبی یہ ہے کہ وہ رشد و ہدایت اور تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام پوری یک جہتی و کمال اتحاد اور سرگرمی سے سرانجام دیتے رہیں۔ اُمت مسلمہ کو صراطِ مستقیم قائم رکھیں۔ اس کو بے عملی و بے راہ روی سے روکے رکھیں۔ اپنی تمام صلاحیتیں اور قوتیں اصلاحِ اُمت صرف کریں۔ قوم کے افراد کی طبائع اور عقلی قوتوں کو مصلح و فلاح کی طرف مائل کریں۔ اختلافات اور فرقہ بندی کو اپنے نزدیک نہ آنے دیں جو دو و تعطل کی زندگی پر نشت بھیجیں۔ اور قوم کے اندر اجتماعی زندگی پیدا کرنے کو اپنی مساعی کا محور بنالیں ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر علمائے اُمت اپنے اس فرض منصبی کی سرانجام دہی میں پوری تندی سے لگ جائیں۔ تو مسلمان آج ہی خاکِ نیست سے اُٹھ کر بامِ ترقی پر چڑھتے نظر آئیں۔

ہمارے علماء سوء نے لوگوں کے دلوں میں بجائے حکمت و رحمت اور وحدت و اخوت کے بغض و نفار و شقاق و عداوت اور عداوت کے بیج پھیلے ہیں۔ اور اب مسلمان تفرق و تشنیت اور فرقہ بندی کا قابل علاج مرض بن چکے ہیں۔ اور موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ حالانکہ علمائے اُمت کو حضور سرورِ کائنات نے تنبیہ دی تھی۔

مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيَجَادِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ وَ
يُمَادِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ وَيُصَيِّفَ بِهِ وَجُوهَ
النَّاسِ اَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ (ترمذی)

جو شخص اس لئے علم حاصل کرے۔ کہ علماء سے مقابلہ و مجادلہ کرے۔ نادانوں سے جھگڑا کرے اور خلقت کو انسانی اُلبہ اُدخلہ اللہ النار (ترمذی) اپنی طرف متوجہ کرے اللہ اس کو جہنم میں داخل کرے گا۔

علماء کے دو گروہ اگر علماء کے دو فرقے اور دو گروہ ہیں۔ خیار العلماء اور شرار العلماء۔ یعنی ایک نو وہ جو اپنے مذکورہ بالا فرض منصبی کی سرانجام دہی سے غافل نہیں۔ وہ تو خیار العلماء ہیں۔ اور دوسرے وہ جو مال و جاہ کی محبت میں اندھے ہیں۔ اور اپنے فرض منصبی سے غافل ہیں۔ وہ شرار العلماء ہیں۔ ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ شرار العلماء کے متعلق ہے خیار العلماء اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اسلام میں خیار العلماء ہمیشہ آقاؐ کے دو جہاں کے وارث اور اُمت کے محافظ و نگہبان رہے۔ آج بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ انہی کے وجود مقدس سے اسلام اُفقِ عالم پر تاباں و درخشاں ہے۔ مگر خیار العلماء قلیل ہیں۔ کثرت شرار العلماء کی ہے۔ جن کے فتنے سے حضورؐ نے اُمت کو پہلے ہی اچھی طرح آگاہ کر دیا تھا۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۷۳ میں سنن دارمی سے منقول ہے۔ کہ تمہارے علماء اگر اصلاحِ عالم کے موجب ہوں۔ تو ان کا وجود قابلِ احترام اور ازبس غنیمت ہے۔ اور اگر وہ تخریب و انتشار کا موجب ہوں۔ تو وہ یقیناً بدترین خلقِ اللہ ہیں۔

ارشاد ہے :-
اِنَّ شَرَّ الشَّيْءِ شَرُّ الْعُلَمَاءِ وَ
اِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خَيْرُ الْعُلَمَاءِ -

خبردار ہو جاؤ کہ سب سے بڑا فتنہ شرار العلماء کا ہے۔ اور سب سے بڑی خیر و برکت خیار العلماء کا وجود ہے۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی ایک طویل حدیث میں یہ الفاظ ہیں :-

عُلَمَاءُ هُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ | آسمان کے نیچے سطح زمین پر اُن کے علماء بزرگین مخلوقات
مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيهِمْ تَعُودُ | ہونگے اور تمام تفرقہ اندازیوں اور فتنوں کی باگ ڈور
اُن کے ہاتھ ہوگی۔

غرض شریع علیہ السلام نے فتنہ پرور اور ملت فروش علماء کے فتنہ سے بہت ڈرایا ہے۔ ان کو مستحق
نفرت قرار دیا ہے۔ ان کو مروج اسلام کا غدار ٹھہرایا ہے۔ ان کو بدترین خلق اللہ ٹھہرایا ہے۔ سلمانو! ارشاد
رسول کو سامنے رکھ کر خیال العلماء اور شرار العلماء میں تمیز کرو۔ خیال العلماء کی دامن عقیدت و اہستہ
ہو جاؤ۔ اور شرار العلماء کی پیشوائی کا انہدام کر دو۔ ورنہ یاد رکھو۔ شرار العلماء تمہارا بیڑا غرق کر کے رہیں گے۔
کاش! علماء اپنا فرض پہچانیں۔ اور امت کی صلاح و فلاح کا موجب ہوں۔ اور اس بدبخت قوم کے
بھی دن پھریں جس کا غلامی اور بے عملی و بے راہ روی نے کچھ مر نکال دیا ہے ۛ

عالم روحانیت کی سیر

اسلامی تصوف کی غرض و غایت :-

تمام مذاہب کا مشترکہ عقیدہ اور انسان کا تجربہ و مشاہدہ ہے۔ کہ ریاضت اور نفس کشی سے
نفس قوی اور تزویر تازہ ہوتی ہے۔ اور مادی خواہشات و علایق دنیوی میں انہماک سے رُوح کمزور اور مردہ ہوتی ہے
پس انسان کی ہدایت و سعادت اور قرب الہی کے حاصل ہونے کا ذریعہ یہ ثابت ہوا۔ کہ جسم کی کثافت کو بذریعہ
مجاہدات و ریاضیات کم کیا جائے۔ اور اس طرح رُوح کی لطافت و تازگی حاصل کی جائے۔ یہ ہے اسلامی
تصوف کی غرض و غایت۔ تو چونکہ ریاضت اور نفس کشی سے رُوح کا قوی ہونا اور معرفت الہی کا حاصل ہونا
ایک مسلمہ حقیقت اور یقینی امر ہے۔ اس لئے اسلام نے عام اسلامی تعلیم اور عمومی عبادتوں کے علاوہ
خواص کو سخت عبادات و مجاہدات کرنے کی بھی ہدایت کی ہے۔

اسلام دنیا میں عوام و خواص تمام نبی نوع انسان کی ہدایت و رہبری اور خیر خواہی کے لئے آیا ہے
اس لئے وہ اپنے متبعین کے دل و دماغ سے صفات ذلیلہ نکال کر اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ بھر دینا
چاہتا ہے مگر اس سلسلہ میں اُس نے عوام و خواص سب کی طبیعتوں اور طاقتوں کو ملحوظ رکھا ہے۔ اور یہی اسکی
فطرت شناسی و سہل بندی کا اقتضاء تھا۔ اسلام کہتا ہے :-

إِلَّا بِذِكْرِ اللَّهِ وَتَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ (جان رکھو کہ تمہارے قلوب کا اطمینان اللہ کے ذکر میں ہے) تو
یعنی ذکر الہی رُوح و قلب کی غذا اور طاعت الہی عبادت کا کمال ہے۔ اس کے بعد اسلام نے روحانی ترقی کی کوئی

حد معین نہیں کی۔ ہر شخص اپنی اپنی طاقت و صلاحیت کے مطابق روحانی ترقی کے عارِج طے کر سکتا ہے۔ روحانی ترقی کے لئے اختلاف طبائع کو مدنظر رکھنا اسلام جیسے ربّانی اور نظرت شناس مذہب کا فرضِ اولیٰ تھا۔ چنانچہ یہی اُس نے کیا بھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام میں پہلو بہ پہلو شریعت و طریقت کی دو راہیں مقرر ہوئیں۔ عام اخلاقی تعلیم اور معمولی عبادتوں کا نام علماء کی اصطلاح میں شریعت ہے۔ اور خاص اخلاقی تعلیم اور غیر معمولی عبادات و ریاضات کا نام طریقت ہے۔ شریعت و طریقت کی پابندی اخلاقی ہی سے حقیقت و معرفت کے درجے پیدا ہوتے ہیں۔

یاد رہے اسلام نے جسمانی و روحانی آداب و ترقی دونوں کو ساتھ ساتھ رکھا ہے۔ وہ دنیا کے لئے نہ دین چھڑاتا ہے۔ اور نہ دین کے لئے دنیا۔ بلکہ دونوں کو پہلو بہ پہلو چلاتا ہے۔ اسلام میں دین و دنیا کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی یاد سے غافل ہو جانا دنیا ہے اور مادی خواہشات و علاقہ دنیوی کے انہماک میں بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ ہونا دین ہے۔

اس بارے میں اسلام اور دیگر مذاہب کا فرق | خدا شناسی اور روحانی ترقی کی تعلیم قریب تمام مذاہب نے دی ہے۔ مگر یہاں صرف ہندو دھرم اور عیسیت کو لیں گے۔ ان دونوں مذاہب نے روحانی زندگی و ترقی پر زور تو بہت کچھ دیا ہے۔ مگر قوانین قدرت اور انسانی فطرت کو مدنظر نہیں رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا شناسی کا مرکزی اصول ہندوؤں کے یہاں جوگ اور عیسائیوں کے یہاں تبت قرار پایا۔ اور اس اصول سے ان کی تخلیق کو بیکار ثابت کر دیا۔ ان کے یہاں خدا شناسی و خدا طلبی اور خود کشی مترادف الفاظ ہیں۔ ہند اور عیسائی اپنے اپنے مذاہب کے سامنے مجبور ہیں کہ یا تو خدا کے لئے دنیا کو چھوڑ دیں اور یا دنیا کے لئے خدا سے منہ موڑ لیں۔ اس کے سوا تیسری راہ اُن کے یہاں ہے ہی نہیں۔ ہندو دھرم اور عیسائیت یہ ایسا نقص و فساد ہے کہ اگر ان مذاہب کی بستانی ہوئی راہ اُن کے مننے والے اختیار کر لیں۔ تو یہ نظام عالم ہی دھم بہم ہو جائے۔

ان مذاہب کی تعلیم و تلقین کے مطابق اگر خدا شناسی اور خدا کی خوشنودی اسی میں ہے کہ ہم گھر بار الٹ عیال سے علیحدہ ہو جائیں۔ کھانے۔ پینے اور دیگر عیش و آرام پر لات مار دیں۔ تجربہ و تنہائی کی زندگی اختیار کریں۔ برسوں تک روزے رکھیں۔ چلے کھینچیں۔ ہاتھ اٹھائیں تو اُسے مسکھاتے ہیں۔ ایک پاؤں کھڑے ہوں۔ تو اُس سے سُن کر دیں جس آسن پر بیٹھیں۔ تو برسوں پہلو ہی نہ بدلیں۔ اور اپنے جسم کو طرح طرح کی اذیتوں و تکلیفوں سے نوا کر لیں۔ تو یہ خدا کی تخلیق پر ایک سخت ترین الزام اور ایک بدنما دھبہ ہے۔ جو ان مذاہب کے دین سے سات سمندرؤں کے دھونے سے بھی نہیں مٹ سکتا۔ وہ بدنما دھبہ یہ ہے۔ کہ جب یہ بات ہے تو اُس نے اِس دنیا کو پیدا ہی کیوں کیا۔ اور اِس دنیا میں انسان کو بھیجا ہی کیوں؟ یہ تو ایسا ہی ہے۔ جیسے دریا میں ڈال کر یہ کہا جائے کہ خبردار کپڑے نہ بھجیں اور آفتاب نکلے مگر دھوپ نہ ہو۔

اسلام نے اس کے مقابلہ میں تجویزین کی ہے اُس کے مطابق یاد رکھو کہ حقائق القوی والقدر نے انسانی تخلیق کیا نہیں کی۔ انسان وہ نہیں جو نہ خود کسی کے کام آئے اور نہ اُس کے کوئی کام آئے۔ سید جوگیوں اور عیسائی راہبوں کی فوج سے نہ دوسروں کو کچھ فائدہ پہنچا۔ اور نہ خود اُن کو بلکہ اُن کی ریاضات شاقہ یونہی برباد و رائیگاں گئیں۔ اُن کی رُخوں کو جس چیز کی تلاش و جستجو تھی۔ وہ اُس سے نا آشنا اور دُور ہی ہے۔ بلکہ اُن نے بانس بریلی کو چلے گئے کیونکہ اُن کی مذہبی تعلیم اور ریاضتوں کی دشواری اصولِ فطرت سے سخت ترین مخالفت و منازعت تھی۔ علام الغیوب نے ریہانیت اور ترک دنیا کی بیخ کنی کرتے ہوئے جوگیوں اور راہبوں کی ریاضات کی بے اثری۔ ان کے عقول و انہام کی بے راہ روی اور فطری و قدرتی قوانین کی خلاف ورزی کا نتیجہ ایسے عمد اور حقیقت آفرین پیرائے میں کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اور ترک دنیا جو انہوں نے خدا کی خوشنودی کے لئے وَرَعِبَانِیۃً اِبْتَدَعُوْهَا مَا کُتِبَ عَلَیْہُمْ اِلَّا اِبْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰہِ مَا رَعَوْهَا حَقًّا وَعَیْبُہَا فَآتٰنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْہُمْ اٰجُوْہُہُمْ وَکَثِیْرًا مِّنْہُمْ فَنَسِقُوْنَ ۝

ایجا دی تھی ہم نے اُن پر اُسے فرض نہ کیا تھا یہی وجہ ہے کہ وہ اُس کو پوری طرح نہ نباہ سکے۔ پھر اُن میں سے جو لوگ ایمان لائے ہم نے اُن کو اُس کا صلہ دیا۔ اور اُن میں سے بہتے تو نافرمان اور فاسق ہیں۔

اگر اس قرآنی حقیقت کو بے پردہ دیکھنا چاہتے ہو۔ کو کئیوں صوموں، خائف ہوں اور مندوں کی تاریخ کا مطالعہ کرو۔ تمہیں ترک دنیا اور فطرت شکنی کے بھیانک اور جیسا سوز منظر نظر آئیں گے۔ اس بارے میں اسلامی تصوف نے ہندویت اور عیسائیت کی روحانی تعلیم کے مقصد بلکہ میں نمایاں اور شاندار فتح حاصل کی ہے۔

تاریخ و عبر

ہجرت حبشہ

ہم نے تاریخ و عبر کا سلسلہ پرستارانِ دینِ خفیف کی ابتدائی گونا گون آزمائشوں اور گہرا مصائب کے واقعات سے شروع کیا ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے۔ کہ آج فرزندِ اسلام جو صلہ فرسانِ کالیف و شہداء میں مبتلا ہیں۔ اہل اُن کو چاروں طرف سے مصائب و آلام نے گھیر لیا ہے۔ وہ اپنی بے چارگی اور بے بسی سے بہت نہ ہریں۔ اور جان لیں کہ نکالیف و شہداء اور مصائب و آلام مسلمانوں کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور پرستارانِ حق سے دُشمن میں لے لیے ہیں۔ ان سے گھبرانا اور جزع فزع کرنا مسلمانوں کا کام نہیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ ہر مشکل ہر مصیبت ہر ذلت اور ہر چپ رگی کو خندِ پیشانی سے خوش آمدید

کہیں اور دنیا جہان کی تکلیفات کو جو حق و صداقت کی ذمہ داریوں اور دین کی فائز المایوں سے وابستہ ہیں اپنے آپ کو وقف سمجھیں۔ کیونکہ فرزندِ اسلام پر مصائب و آلام محض اس لئے آتے ہیں کہ ان کی تلخی سے شہد حیات پیدا ہو۔ ان کے داغی تو ہی بیدار ہو جائیں۔ اور وہ اپنا کھویا ہوا غرور و قار از سر نو حاصل کر لیں۔

پھر فرزندانِ توحید کی ابتدائی مشکلات کا سیاسیاتِ حاضرہ و اسلامیہ سے گہرا اور واضح تعلق ہے۔ ان دونوں کے لطائف و دینی کی اہلیت و صلاحیت پیدا ہو جائے تاکہ ان پر تعمیر و اصلاح اور عروج و ارتقاء کی تمام راہیں کھل جائیں۔ یہ وجہ ہے کہ ہم نے تاریخ و عبرت کا سلسلہ کو ناگوں آزمائشوں کی تاریخ سے شروع کیا ہے۔

آدم رب مصلوب | علامہ کلمۃ الحق کا آواز بہت پرستان کہہ کے حلقوں میں کھلبلی مچا چکا تھا۔ کیونکہ اس آواز حق و صداقت کا لازمی نتیجہ مجبوراً باطل کی ازلی و ابدی موت تھا۔ پھر بھلا ایوانِ کفر میں تزلزل کیوں نہ آتا۔ اور لات و غری کے بچا رہی کیونکر آواز حق کو ٹھنڈے دل سے سنتے۔ چنانچہ اوجھل اور ابولہب جیسے اشقیائے قریش نے اُسی دن سے غم صحیح اور عیدِ دشن کر لیا تھا کہ حضور سرورِ کائنات کی ذاتِ گرامی کو باریجئے استحقاق و استہزا بنایا جائے اور حشیا نہ جبر و تعدی کا غیر مختتم سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ اس کے بعد اشقیائے قریش نے استحقاقِ استہزا، سب و شتم اور طیش آلود انتقام و عداوت کا کوئی دقیقہ اور سپہو نہیں چھوڑا۔ حضور سرورِ کائنات کیلئے خلیل اللہ کا آباد کیا ہوا شہر مکہ شش غیظ و غضب کا جہنم بن گیا۔ اور باطل پرستوں نے دل کھول کر ذاتِ گرامی کو تختہ مشق ستم بنایا۔ مگر خدائے بزرگ و برتری یکتائی اور رب العالمین کی سب سے بڑی روزِ تلقین اور مجبوراً باطل کی بے مائیگی کے چار گونہ بدن بڑھتی ہی گئی۔

دوسری طرف اشقیائے قریش نے مسلمانوں کو بھی صفحہ ہستی سے مٹا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ وہ تو کہو خدائے ان گول کو ناخن کا میا بنی نہیں دیتے تھے۔ ورنہ کھجا کھجا کر ہی مرجھتے۔ رسول اللہ کی ستم رسیدہ اور بے یار و مددگار امت کو جس وحشیانہ جبر و تعدی کا مستبد کرنا پڑا اس کا اندازہ اس سے لگائیے۔ کہ کبھی وہیں کی جھلس دینے والی گرمی میں حجاز کی جلتی ہوئی ریت پر گھنٹوں لٹا یا جاتا۔ کبھی سرخ لوہے سے داغا جاتا۔ کبھی پانی میں ڈبکیاں دیتے دیتے آدھ موتا کیا جاتا۔ کبھی ربہ جسم کی کوڑوں سے کھال اُدھیر لی جاتی۔ کبھی گلے میں رستی باندھ کر لگی کوچوں میں گھسٹوایا جاتا۔ کبھی جلتی ہوئی ریت پر لٹا کر سینے پر ذرنی پتھر رکھا جاتا۔ کبھی چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھونی دی جاتی کہ دم گھٹ جائے۔ اور کبھی رچھیاں مارا کر ہلاک کیا جاتا۔ مگر وہ لے دین کے پرستار و کیا مجال جو بچے استقامت میں ذرا بھی لغزش آتی ہو۔ اور زبان سے ذرا بھی آہ نکلی ہو۔ راضی برضا ہو کر کفار کی طیش آلود عداوت کا خمیازہ صبر و تحمل سے کھینچا اور آنے والی نسلوں کو سبق و دیدا کہ مصائب و آلام مسلمانوں کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اور مسلمان اُن کے لئے۔ اسلام میں تکالیف و شدائد کا سرے سے وجود ہی نہیں۔ مسلمان ہونا کہ مصائب کے جہنم میں پڑ کر بھی جنتِ امن و سکون اور عیش و راحت کے

مڑے لیٹا ہے۔ اور حبشہ کی حبشی میں پڑ کر دین نکھر کر نکلا کرنا ہے۔ جیسے بلال حبشی۔

جب جماعت حنفیہ کی منطوی انتہا کو پہنچ گئی۔ اور اس کی غیر متوازن حق پرستی نے

ہجرت حبشہ کا حکم

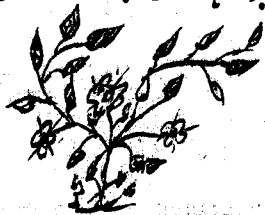
اس نجات حاصل کر لی۔ تو ان حضرت صلعم نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ ملک حبش میں چلے جائیں اور حق پرستی کے لئے تازہ دم ہوجائیں چنانچہ نبوت کے پانچویں سال جبکہ مہینہ میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبش کے ارادے سے ہجرت کی۔ حق پرستوں کا یہ مختصر قافلہ رات کی تاریکی میں حبش پر کمرہ سے نکلا۔ اور جدہ کی بند گاہ پر پہنچا۔ یہاں جن اتفاق سے ایک جہاز تیار لگایا۔ جو گویا ان ولیدان دین محمدی کا انتظا رکھ رہا تھا۔ غرض یہ مدت میں اس جہاز میں سوار ہو کر ملک حبش میں پہنچ گئے۔ ان اول امہا جرین حضرت میں یہ لوگ تھے۔ حضرت عثمان بن عفان، ان کی بیوی زینب بنت رسول صلعم حضرت ابوذر غفیر بن عتبہ، حضرت عثمان بن مطحون، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر بن العوام، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عامر بن ربیعہ، حضرت ہبیل بن مباضہ۔ یہ حضرت قریش کے عوامت نام مشہور اور طاقت ور قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔

کفار مکہ کا تعاقب

کفار مکہ نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت ہجرت کر کے حبش چلی گئی ہے۔ تو اس سے دشمنان اسلام کی آتش غیظ و غضب اور بھی زیادہ مشتعل ہو گئی۔ مگر گہمانی بلی کہہ نہ دیے۔ تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ مگر جب زردانہ ہو چکا تھا۔ اس لئے ناکام واپس آئے۔ حبش میں پہنچ کر مسلمان آرام و اطمینان کے ساتھ رہنے لگے۔ اور دیگر مسلمان بھی یکے بعد دیگرے حبش کی طرف روانہ ہونے لگے۔ حضرت جعفر بن ابیطالب بھی اپنے مہاجر بھائیوں میں جا ملے۔ اب حبش میں مسلمانوں کی تعداد تراسی تک پہنچ گئی۔

مسلمانوں کو حبش میں ابھی چند ہی مہینے گزرے تھے۔ کہ انہوں نے یہ افواہ سنی۔ کہ تم قریش مکہ مسلمان ہو گئے۔ یا ان سے مصالحت ہو گئی ہے۔ اور اب مسلمانوں کو مکہ میں کوئی خطرہ نہیں۔ جن مسلمانوں کو اس افواہ کا یقین آگیا۔ وہ تو مکہ کو واپس ہونے لگے۔ اور جو اس افواہ میں مترد تھے۔ وہ حبش ہی میں رہے۔ اور تصدیق کا انتظار کرنے لگے۔ جو لوگ مکہ کو واپس آ گئے تھے۔ ان کو یہاں اکرم معلوم ہوا۔ کہ وہ افواہ غلط تھی۔ لہذا وہ واپس حبش میں آ گئے اور ان میں سے بعض کسی با اثر اور طاقت ور قبیلہ کی ضمانت حاصل کر کے مکہ ہی میں رہ گئے۔

جو لوگ مکہ سے واپس حبش کو چلے گئے تھے۔ ان کے ساتھ دوسرے مسلمان بھی ہجرت کر کے حبش چلے آئے تھے۔ اور یہ حبش کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے۔ دوسری ہجرت کے بعد حبش میں مسلمانوں کی تعداد ۱۰۰ کے قریب پہنچ گئی تھی۔



اخلاقیات

اسلام اور اخلاقی زندگی

آج ہر طرف مادیت کا دور ہے۔ بد اخلاقی نے ان نوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ محصیت شکاری لائوٹھ انسانیت بن گئی ہے۔ سیاہ منی قلوب و ارجاح کو سیاہ کر رہی ہے۔ آدم کا بد بخت فرزند نفس کی تلاطم خیزیوں میں بہا چلا جا رہا ہے۔ دن کی نورانی رونقیں نفس و شیطان کے ہاتھوں ویران ہو رہی ہیں۔ رات کی خاموشی تاریک اور روحانیت نواز رنگ تابی و تاریکی گت اہوں کی سیاہی سے پناہ مانگ رہی ہے۔ اندھیکے فرشتوں نے ان ذل کو ناقابل اصلاح پا کر چھوڑ دیا ہے۔ مگر جیسے تاریکی کما کما تھوٹی بدی کے ساتھ نیکی کے کفر کے ساتھ اسلام غم کے ساتھ عیش۔ یا لوسی کے ساتھ امید اور بہار کے ساتھ خزاں لازم و ملزوم ہیں۔ دنیا کی رونق ان مختلف النوع مناظر کی وجہ سے ہے۔ سیاہ گھٹنگو گھٹائی ٹھہر ٹھہر کر بجلی کی جھلک کا ثبات کے ذرے ذرے کو منور کر دیتی ہے۔ ظلمت شب کو ماہتاب کی صوفشانی شکست دیدیتی ہے۔ اسی طرح بدستی و سیاہ کاری کے ساتھ ساتھ اخلاق و روحانیت کی سچی طلب اور تڑپ بھی پیدا ہو گئی ہے۔

آج ہر طرف اخلاق کی بیکار ہے۔ صدق معاملات کی طلب ہے۔ اخلاق کا پیکر بننے کی تڑپ ہے۔ ادیت سے گھبرا یا ہوا اور نفس و شیطان کے ہاتھوں ستایا ہوا انسان اخلاق کی عظمت اور صدق و معاملات کی ضرورت و اہمیت کا احساس کرنے لگا ہے۔ اس کا دل چاہتا ہے۔ کہ وہ حسن باطن سے آراستہ ہو جائے۔ اُس کی رُوح بے قرار ہے۔ کہ وہ پاکیزگی حیات کی سرمایہ دار بن جائے۔ دنیا مادیت کے بوجھ سے سبکدوش ہونا چاہتی ہے۔ جس کی گرا بناری نے اُن کا کچھ نکال دیا ہے۔ غریب بیکس اور مظلوم چاروں طرف اخلاق کو ٹھونڈ رہے ہیں۔ وہ اخلاق و روحانیت کی دولت کی تلاش میں ہیں۔ بلند خیالی۔ مساوات و رواداری اور خدمت و مہر وئی انسانی کی ہر طرف دھوم دھام ہے۔ اور دُنیا میں اخلاق و روحانیت کا دور دورہ شروع ہو چکا ہے۔

پیام آفتاب آیا ہے عنوانِ سخنِ کر

اٹھو لے سونے والا مستی خوابِ گراں کب تک

اخلاق و روحانیت کا منبع و مخزن۔ اگرچہ دنیا دولتِ اخلاق کی طلب اور روحانیت کی تڑپ میں

ہر طرح بھٹک رہی ہے۔ مگر یہ دولت کہیں نہیں ملتی۔ کچھ نادان خرف و ریزوں کو حواسِ ریزے سمجھے بیٹھے ہیں کیونکہ ان کی نظر اخلاق و روحانیت کے منبع و مخزن پر نہیں۔ ان کی روح اسلام کے آستانہ پر نہیں جھکتی۔ مگر عربی کی تعلیم کو اپنا رہنا نہیں بناتی۔ ابرِ رحمت کے سایہ میں نہیں آتی اور چشمہ ہائیت تک نہیں پہنچتی۔ ونبأ والوہا کان کھول کر سن لو۔ کتاگر کہیں تمہیں اخلاق و روحانیت کی دولت ملیگی۔ تو صرف اسلام میں۔ کیونکہ اسلام ہی عظمت اخلاق اور صداقت معاملات کا پیکر ہے۔ دیکھو اجمار کے خوشندہ آفتاب روح کائنات اور دنیا کے ہادی اعظم سید العرب و اجم حضرت محمد مصطفیٰ صلعم فرماتے ہیں۔ بعثت لا تمم مکادہ الاخلاق یعنی میں پیدا ہی اخلاقِ فضائل کی تکمیل کے لئے ہوا ہوں۔

بتاؤ۔ دنیا کے کسی رشتہ منی۔ اقارب۔ ہادی۔ رہبر اور بانسے مذہب اور نبی نے بھی یہ دعویٰ کیا؟ اگر کیا ہے۔ تو دکھلاؤ۔ مگر کیا دکھلاؤ گے؟ بجز حسرت و یاس کچھ بات نہ آئیگا۔ اور شرم و ندامت سے منہ جھکا لو گے۔ اور مینوا! ہمارے سید و مولیٰ فرماتے ہیں۔ کہ اخلاقِ فاضلہ اور پاکیزہ زندگی سے قرب الہی حاصل ہوتا ہے اور اخلاقِ خبیثہ اور برے افعال سے اجنبیت اور دوری ہوتی ہے۔ یعنی نیک اخلاقِ خدا کی قرب و حضوری کے قابل ہوتا ہے۔ اور بد اخلاقِ خدا کے قرب کے لائق نہیں۔ اس کی وجہ بھی سن لیجئے۔ نور نور کو ہی اپنے اندر جذب کرتا ہے۔ ظلمت کو نہیں۔ پاکیزہ اخلاق نور ہے اور بد اخلاق ظلمت ہے۔ پس خدا جو نور السموات والارض ہے۔ وہ نور کو ہی اپنی طرف کھینچتا ہے۔ چنانچہ حضور سرور کائنات فرماتے ہیں کہ اللہ پاک تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ صورتوں کو نہیں۔ بلالِ جہشی کالے اور باد صورت تھے۔ مگر جب اسلام نے ان کے قلب کو جلا دی اور ان کے جسم سے پاکیزگی حیات کا چشمہ ابل پڑا۔ تو انہیں کالے کلوئے پیروں کی خاک کو جو روغلمان نے اپنی آنکھوں میں سرمہ کی جگہ لگایا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کا حسن گورے چپڑے میں نہیں۔ بلکہ نیک عمل میں ہے۔ اس کے بغیر اگر کوئی یوسف ثانی بھی ہے تو کیا ہے؟

طہارتِ پاکیزگی نصفِ ایمان ہے اسلامی عقائد میں جو اہمیت توحید کو حاصل ہے۔ وہی طہارتِ پاکیزگی کے لئے ہے۔ وقتِ اعمال میں طہارت کہے۔ طہارت کے بغیر کوئی عمل و عبادت قبول نہیں اور طہارت کے معنی ہے پاکی۔ پاکیزگی اور صفائی۔ اور اس میں ظاہری و باطنی یا روحانی و جسمانی دونوں قسم کی صفائی شامل ہے۔ اور اخلاق ہے باطنی طہارت یا دل کی صفائی کا۔ طہارتِ پاکیزگی کی نسبت حضور صلعم کا ارشاد و گرامی ہے۔ الطہور نصف الایمان۔ پاکیزگی آدھا ایمان ہے پس جو مسلمان پاکیزگی کو پسند نہیں کرتا۔ روحانی و جسمانی صفائی نہیں رکھتا۔ عظمت اخلاق کا مالک نہیں وہ آدھا مؤمن ہے۔

اب بتلاؤ۔ کیا دنیا کے کسی اور مذہب میں بھی یہ تعلیم ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر اگر میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اسلام ہی اخلاق و روحانیت کا منبع و مخزن ہے۔ اور اخلاقِ دولت صرف اسلام کے ہی خزانہ میں ملیگی۔ تو یہ

ایک حق نخل اور دعویٰ بلا دلیل نہیں بلکہ ایک آفتاب سے روشن و مبہر سن حقیقت ہے۔ ذالک فضل اللہ

چوتھ من میناء۔

اسلام کا اخلاقی پرگرام

ایک پسندیدہ چیز ہے۔ اسلام کی نیت ہے۔ اسلامی زندگی کا جوہر ہے۔ انسانیت کا

زیور ہے۔ اس کو حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اور مسلمان کا وظیفہ جات

ہے۔ جو مسلمان پاکیزہ زندگی اور اخلاق حسنہ کا مالک نہیں۔ وہ اگرچہ

کننا ہی عابد و زاہد ہو۔ مگر حسن عمل مسلمان اپنی اخلاقی زندگی کی وجہ سے

اسلام حقیقی اسلام نہیں۔ جملہ مشاویہ و اراکین حزب الانصار ہر سب لازمی طور پر مسلمانوں کو

اپنی اخلاقی زندگی کے آئینہ داران ملت کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہم لحاظ سے دیگر اقوام

میں ممتاز ہونا چاہتے ہیں۔ یہ قسم کے صدقات۔ زکوٰۃ۔ عشر اور قربانی کی کھالوں کی اور وہ دنیا کی دوسری

قوتوں میں ایسے قیمت پذیر چیزیں آری و دارالعلوم عزیز بھیرہ کے پیٹم مفلس نظر آئیں۔ جیسے

کنکروں میں جو ہر طلباء کی امداد کیلئے فاضل حزب الانصار بھیرہ کے نام ارسال فرمائیں۔ اخلاق

کی ترویج میں بہت فرومایا کریں۔

صدقات و برہم اور قربانی

دارالعلوم

یہی باتیں آتی ہیں۔

چاہتی ہیں۔ مگر میں

بڑی بڑی باتیں بتلاتا

ہوں جب کو حال کرنا ہر مسلمان سب یہ دارالعلوم اسلام کی بہترین خدمت انجام دے گا۔

و اقوال میں صدق و خلوص ہونا۔

احکام الہی کو طبعی جوش اور سچے

کی حق الامکان خدمت و تعظیم کرنا

حاصل کرنے میں سرگرم رہنا۔ اللہ

کے حقوق ادا کرنے اور حسن سلوک

تکویم کرنا۔ خاک ساری نخل اور دہری خلیا

اس شخصہ جگہ میں چند

ہوں جن کو حال کرنا ہر مسلمان سب یہ دارالعلوم اسلام کی بہترین خدمت انجام دے گا۔

و اقوال میں صدق و خلوص ہونا۔

احکام الہی کو طبعی جوش اور سچے

کی حق الامکان خدمت و تعظیم کرنا

حاصل کرنے میں سرگرم رہنا۔ اللہ

کے حقوق ادا کرنے اور حسن سلوک

تکویم کرنا۔ خاک ساری نخل اور دہری خلیا

کرنے کسی کے ساتھ سختی کا برتاؤ نہ کرنا۔ اپنی تعظیم و تکریم کا خواہاں نہ ہونا۔ سہاروی نوع انسانی اور خدمت

خلق میں سرگرم رہنا۔ مصائب و آلام کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا۔ صبر و وقار سے استقامت

توکل علی اللہ۔ اعتماد بالنفس۔ عفو و درگزر۔ راست گفتاری و صداقت شناسی اور شجاعت و

بے خوفی کا اختیار اور اظہار کرنا یہ سب باتیں اخلاق حسنہ میں داخل ہیں۔

ایک پسندیدہ چیز ہے۔ اسلام کی نیت ہے۔ اسلامی زندگی کا جوہر ہے۔ انسانیت کا

زیور ہے۔ اس کو حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اور مسلمان کا وظیفہ جات

ہے۔ جو مسلمان پاکیزہ زندگی اور اخلاق حسنہ کا مالک نہیں۔ وہ اگرچہ

کننا ہی عابد و زاہد ہو۔ مگر حسن عمل مسلمان اپنی اخلاقی زندگی کی وجہ سے

اسلام حقیقی اسلام نہیں۔ جملہ مشاویہ و اراکین حزب الانصار ہر سب لازمی طور پر مسلمانوں کو

اپنی اخلاقی زندگی کے آئینہ داران ملت کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہم لحاظ سے دیگر اقوام

میں ممتاز ہونا چاہتے ہیں۔ یہ قسم کے صدقات۔ زکوٰۃ۔ عشر اور قربانی کی کھالوں کی اور وہ دنیا کی دوسری

قوتوں میں ایسے قیمت پذیر چیزیں آری و دارالعلوم عزیز بھیرہ کے پیٹم مفلس نظر آئیں۔ جیسے

کنکروں میں جو ہر طلباء کی امداد کیلئے فاضل حزب الانصار بھیرہ کے نام ارسال فرمائیں۔ اخلاق

کی ترویج میں بہت فرومایا کریں۔

یہی باتیں آتی ہیں۔

چاہتی ہیں۔ مگر میں

بڑی بڑی باتیں بتلاتا

ہوں جب کو حال کرنا ہر مسلمان سب یہ دارالعلوم اسلام کی بہترین خدمت انجام دے گا۔

و اقوال میں صدق و خلوص ہونا۔

احکام الہی کو طبعی جوش اور سچے

کی حق الامکان خدمت و تعظیم کرنا

حاصل کرنے میں سرگرم رہنا۔ اللہ

کے حقوق ادا کرنے اور حسن سلوک

تکویم کرنا۔ خاک ساری نخل اور دہری خلیا

کرنے کسی کے ساتھ سختی کا برتاؤ نہ کرنا۔ اپنی تعظیم و تکریم کا خواہاں نہ ہونا۔ سہاروی نوع انسانی اور خدمت

خلق میں سرگرم رہنا۔ مصائب و آلام کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا۔ صبر و وقار سے استقامت

توکل علی اللہ۔ اعتماد بالنفس۔ عفو و درگزر۔ راست گفتاری و صداقت شناسی اور شجاعت و

بیاضی

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحُجَّةُ - عيد الفطر کے بعد نیا

اسلام کی عالم گیر خوشی اور مسرت کا دن عید الفتحی ہے۔ اُس دن کیا ہوتا ہے۔ اخلاص و عبودیت اور فداکاری کا ولولہ انگیز مظاہر ہوتا ہے۔ اُس دن خدا کے نیک اور پاکیزہ فطرت بندے اجتماعی خوشی کے ساتھ اللہ وحدہ لا شریک کے ہاکمہ بلند کریں گے۔ اور اپنی سجدہ ریز یوں سے اپنے اندر وہ روح عبودیت پیدا کرنے کی سعی کریں گے جس کے لئے یہ دن مقرر کیا گیا۔

اسلام نے مسلمانوں کے لئے جن چیزوں کو مقرر فرمایا ہے۔ وہ بشیاء عربوں اور حکمتوں سے لہزی ہیں۔ جن کا شناخت اور عبرت پذیری ان کو دونوں جہان میں کامیاب و باہر ادا کرتی ہے۔ عید الضحیٰ کی نمازوں اور قربانیوں سے مسلمانوں کو حیات و فلاح کا جو سبق ملتا ہے۔ اس کو اگر مسلمان یاد کر کے سنت ابراہیمی پر عمل کرے۔ تو آج ہی کچھ سے کچھ بن جائیں۔ مگر آہ! یہ بدبخت کو کڑھ مغز اور نا سمجھ قوم وہ شرف نگاہی و عبرت پذیری کہاں سے لائیں جو عید الضحیٰ کا مقصود ہے۔ انہوں نے اس کی مغز و حقیقت کو فراموش کر دیا۔ اور بے مغز چیزوں کو سب کچھ سمجھ لیا۔ وہ ہر تقریب کو رسمی اور رواجی طور پر مناتے ہیں۔ اور اس کی حقیقت و غرض پر غور نہیں کرتے۔ ایسی حالت میں وہ کیسے عید الضحیٰ کی خوشی و مسرت کے حقدار ہو سکتے ہیں۔ تاہم ہم اپنا فرض ادا کئے دیتے ہیں۔ اور ان کے سامنے مغز و حقیقت رکھے دیتے ہیں۔

یہ دون اسلامی اصطلاح کی رو سے عبد کا دن ہے۔ اور اس کا تعلق خصوصیت سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے۔ اس کے ذریعہ اُن کی یادگار کو نازد رکھا جاتا ہے۔ اور دُنیا ئے اسلام کے سامنے ابراہیمی ایتار و قرآنی اور سبیلی فداکاری کو رکھا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت اللہ پاک فرماتے ہیں

وَاِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَابْرَاهِيْمَ ۚ ادْعَا رَبِّهٖ بِقَلْبٍ ۚ

اور اسی کے گردہ میں سے ابراہیم میں جبکہ وہ قلبِ سلیم کے ساتھ اپنے رب کی طرف رجوع ہوئے۔

سیرت ابراہیمی کا خلاصہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ بادشاہ نمرود کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم کا ماحول گھر میں اور باہر سب جگہ پرستوں اور بتوں سے بچھا غودان کے والد آخر بت بنایا کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی عقل سلیم عطا فرمائی۔ کہ بت پرستی کی عالمگیر تاریکی میں کائنات کے خالق حقیقی اور اپنے محبوب و خالق کو پہچان لیا جب خالق کائنات کو پہچان لیا۔ اور جذباتِ نفس کو عقل سلیم کی رہنمائی میں دے دیا تو دنیا جہان کی طاغوتی طاقتوں۔ اپنی قوم

اور خاندان کے قطعات اور بزرگوں کی تقلید کو نظر میں نہ لاتے ہوئے صاف اعلان کر دیا۔
لئے قوم، یہ بت، چہ رستہ ہے جن کو تم شریکِ خدائی قرار دیتے ہو۔ میں ان سب سے بے تعلق اور
بری ہوں۔ میں نے تو اپنی رخ اس کی طرف کر لیا جس نے آسمانِ فزین کو بنایا۔ اور میں شریکِ پھیلنے والوں
میں سے نہیں۔

پھر تو آپ کی قوم نے آپ کو کیا کیا تکلیفیں اور آفتیں نہ دیں۔ مگر آپ توحیدِ وحی پر قائم رہے۔ ایسی
حالت میں جبکہ آپ دنیا میں کسی اور بے یار و مددگار موجد اور خدا پرست تھے۔ چونکہ آپ نے اپنے مہمان
ہونیکا دعویٰ کیا تھا۔ اور دعویٰ کے لئے ثبوت کی ضرورت تھی۔ دوسرے انبیاء و اولیاء کو سنتِ قدیمہ کے
مطابق مبتلائے مصیبت و آزمائش بننا پڑتا ہے۔ اس لئے آپ کا بھی سخت امتحان ہوا۔ ارشاد ہوا۔ کہ
ابراہیم! اگر تمہیں میری محبت اور مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے۔ تو غزوئی طاقتوں سے بلا خوف و خطر نکل جاؤ۔
بس و حشمِ تعجیل کی حکم تھا کہ گھر سے بے گھر ہو جاؤ۔ سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اشارہ ہوا۔ کہ آگ میں کود
پڑو حکم کی دیر تھی۔ بلا درینِ کود پڑے۔ آخر میں حکم ہوا۔ کہ اپنے جسم کو آگ میں جھونک چکے۔ مگر جگر
کی ٹھنڈک اسٹیل موجود نہیں۔ ان کے گلے پر بھی اطاعت و انعقاد کی چھری چلا دو۔ چنانچہ فوراً نظر کے
حلقوم پر چھری چسکا گرفت مِخلت حاصل کر لیا۔ یہ قربانی بارگاہِ الہی میں ایسی بھائی کو قیامت تک
کے لئے پروانِ دینِ حنیف پر لازم کر دیا کہ وہ عید الضحیٰ کے دن قربانیاں کر کے اپنے اندر ایثار و
قربانی کی بے رنج و تپید کیا کریں۔

پس جو لوگ عید الضحیٰ کو مناتے ہیں۔ ان کو سیرتِ ابراہیمی سے حسبِ ذیل اسباق ملتے ہیں۔ اور
ہماری عبرت پذیریری کو دعوتِ عمل دیتے ہیں۔

۱، ہر کام میں غفلتِ سلیم سے کام لینا چاہیے۔
۲، حق پرستی کی راہ میں کسی رشتہ داری اور تعلق کا لحاظ نہ کرنا چاہیے۔
۳، حق و آزادی کی حمایت و آزادی کے لئے مصیبت و ابتلا کی دھنکتی آگ میں کود پڑنا چاہیے۔ حق کی
پیروی میں مصلحتوں، نفس کی خواہشوں اور کمزوریوں کو دخل نہیں دینا چاہیے۔

وہی حق و صداقت پر خود قائم رہنا۔ اور دوسروں کو اس کی نرمی اور دلائل سے دعوت دینی چاہیے۔ ہر
عید الضحیٰ کی نماز میں پڑھنے والوں اور قربانیاں دینے والوں کا فرض یہ ہے۔ کہ وہ اپنے اندر ان چیزوں کو
پیدا کریں۔ اور اپنی عملی زندگی میں ایسی ہی حق پرستی کا ثبوت دیں۔

اسلام میں قربانی کا حقیقی مقصد خلیں اللہ کی یادگار ہے۔ کہ انہوں نے رمائے الہی اور
حصولِ فلاح کی خاطر اپنے محبوب بیٹے کو فوج کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا اور باری تعالیٰ کا حکم سننے ہی

بغیر کسی تذبذب کے قربانی کے لئے آمادہ ہو گئے۔ قربانی کی رسم سے دنیا کی کوئی قوم اور مذہب خالی نہیں گزرتا۔ دیگر مذاہب کی قربانیاں دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے مخصوص ہی طور پر ہوتی ہیں لیکن اسلام کی قربانی کا مقصد نہایت ہی بلند و بالا ہے۔ اسلام کا خدا قربانی کے خون اور گوشت و پوست سے راضی نہیں ہوتا۔ اس نے تاکید و ہدایت کر دی ہے۔

لَنْ يَبَالِ اللَّهُ لِحُمْصَاتِ وَلَا دِمَاؤِهَا وَلَكِنْ سَبَّأُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ
خدا کے دربار میں نہ تو قربانی کا گوشت ہی پہنچتا ہے۔ اور نہ خون بلکہ اس کے ذریعے اخلاص و تقویٰ پہنچتا ہے۔

یعنی گوشت و خون کی جگہ اللہ تو تقویٰ، دل کی پاکیزگی اور اخلاص کی بندھی۔ اور اخلاص و عبادت کی کپند کرتا ہے۔ وہ تو ظاہری اور جسمانی قربانی کے ذریعہ انسان سے اندر اس قربانی کا جذبہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جس کو حاصل کر کے انسان خالص طور پر اپنے خدا کا ہو جاتا ہے۔ اور جو انسانی زندگی کا مقصد اعظم ہے جس قربانی کا مقصد حصول تقویٰ نہ ہو۔ وہ قربانی نہیں۔ بلکہ گوشت خوری اور محض دل بہلا دے ہی چکی خدا کو مطلق ضرورت نہیں۔

یاد رکھنا چاہیے کہ انسان کی طبیعت اور روحانی تکمیل فقط قربانی سے ہوتی ہے۔ اسلام قربانی کے ذریعہ ہمیں جس جہاد کا سبق دیتا ہے۔ بقائے حیات اور فلاح انسانی کا حقیقی راز اسی میں مضمر ہے۔ جس سے جہاد یعنی انفرادی تعمیر ہوئی ہے۔ قرآن پاک نے کوشش، جدوجہد اور عالی ہمتی کو انسانی فلاح کا سنگ بنیاد قرار دیا ہے۔ اور یہی قربانی کا مقصد ہے۔ کہ ہم مادی و روحانی ترقی و تکمیل کے لئے اپنے عزیز سے عزیز چیز قربان کر دیں۔ قربانی ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو انسان کو سراج کمال پر پہنچاتی ہے۔ قرآن حکیم کے مطابق نجات اور صلاح کا حقدار صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جو اپنی جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کرے۔ قربانی کے ذریعہ ہمیں سال کے سال جہاد ہی کا سبق دیا جاتا ہے۔ اور جہاد کا مفہوم یہ ہے۔ کہ ہم رضائے الہی حصول سعادت اخروی۔ اور دنیوی ترقی کے لئے کوشش، جدوجہد، عالی ہمتی۔ جان فدا فی اللہ کریں۔ اور اپنے منہجی آپ نہیں۔ بیکار اور محفل حالت میں نہ رہیں۔ ظاہر ہے کہ جس قربانی کے دنیوی روحانی نتائج اس قدر یقینی اور حیرت انگیز ہوں۔ اس کی ضرورت کس قدر ضروری اور اہم ہوگی۔

قربانی ہمیں زندگی اور موت کا راستہ بتلاتی ہے۔ احکام الہی کی تعمیل پر ابھارتی ہے۔ حسن و احسان کے جذبات عالیہ پیدا کرتی ہے۔ مفلس جہاد کا سبق یاد دلاتی ہے۔ خوابیدہ قوتوں کو بیدار کرتی ہے۔ اور سماج سے اندر اعلیٰ کلمۃ الحق کی روح چھوٹتی ہے۔ خوش قسمت اور ناکمال میں وہ مسلمان جو قربانی سے یہی جذبات و تخلیقات حاصل کرتے ہیں۔ اور برہمت و ماملو اور جاہل و حق میں وہ مسلمان جو قربانی کی محض رسمی طور پر کرتے ہیں۔

الحکم عید الاضحیٰ جو باتیں عید الفطر میں سنت اور مستحب ہیں۔ وہی عید الضحیٰ میں بھی ہیں۔ جیسے غسل کرنا۔ حسب استطاعت اچھے کپڑے پہننا۔ خوشبو لگانا۔ اور عید گاہ کے آنے جانے میں راستہ کا مختلف ہونا وغیرہ۔ عید الفطر میں نماز سے پہلے کچھ کھا لینا مستحب ہے۔ لیکن عید الضحیٰ میں نماز کے بعد لکھنا مستحب ہے۔ نماز کا طریقہ بھی وہی ہے۔ یعنی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد اور دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے تین تین زائد تکبیریں کہنا۔ ان تکبیروں میں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دینے چاہئیں۔ عید گاہ کو جاتے آتے جہر کے ساتھ یہ تکبیر پڑھنا چاہیے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر واللہ اکبر۔ ذی الحجہ کی نو تاریخ کی صبح سے لیس کر تیرہ تاریخ تک عصر کی ہر نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کو یہ تکبیر جہر کے ساتھ پڑھنی چاہیے۔ اگر امام کو یاد نہ رہے تو مقتدی یا دو لادیں۔ عورتیں بھی یہ تکبیر پڑھیں۔

قربانی کے مسائل قربانی کے نتائج جس قدر حیرت انگیز اور مہم ہیں۔ اس قدر اس کا ثواب بھی بے انتہا ہے۔ دسویں تاریخ کو بعد نماز عید الفطر تک بقیہ سال کے نزدیک سب سے بہتر اور پسندیدہ عمل قربانی ہے۔ قربانی کے ہر مال کے بدلہ میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور ہر ایک قطرہ خون گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ قربانی ہر والد اور مسلمان پر واجب ہے۔ ذبح کرتے وقت قربانی کی نیت کا ضروری ہے۔ نیت کے بغیر قربانی ادا نہ ہوگی جس کی طرف سے قربانی ہو۔ اس کو خود ذبح کرنا بہتر اور افضل ہے۔ ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہنا چاہیے۔ دس تاریخ کی صبح سے لیس بارہ کی شام تک قربانی کا وقت ہے۔

اگر بھڑیا بکری یا دنبہ قربانی دینا ہو تو ہر ایک آدمی کی طرف سے ایک ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن گائے بھینس اور اونٹ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ بکری بکرا ایک سال سے۔ بھڑ اور دنبہ چھ ماہ سے گائے دو سال سے اور اونٹ پانچ سال سے کم نہ ہوں۔ اگر ایسے کم عمر کے جانور کے سہائیں۔ تو قربانی ادا نہ ہوگی۔ اس لئے زائد عمر ہی کے ہونے افضل ہیں۔

قربانی کے جانور سلیم الاعضا ہونے چاہئیں۔ اندھا۔ کانا اور لنگڑا نہ ہو۔ نہ بہت زیادہ بیمار ہو۔ نہ کان یا دم کٹا ہو۔ اگر کسی جانور کے پیٹ میں سنگ نہ ہوں۔ یا سنگ کے خول ٹوٹ گئے ہوں۔ تو جائز ہے۔ لیکن اگر پیٹ کاں نہ ہوں۔ تو جائز نہ ہوگا۔ دم یا کان کا تیسرا حصہ یا تیسرے سے کم کٹا ہو تو جائز ہے۔ تیسرے سے زائد کٹا ہو تو جائز نہیں۔ خصوصاً قربانی جائز ہے۔ گوشت کے تین حصے کرنا مستحب ہے۔ ایک حصہ خیرات کر دینا چاہیے۔ دوسرا حصہ عزیز و اقارب میں تقسیم کر دینا چاہیے۔ اور تیسرا حصہ اپنے استعمال میں لانا چاہیے۔ چرم قربانی کے مصارف وہی ہیں جو مصارف زکوٰۃ ہیں۔ جہاں تک ہو سکے اس کو صحیح مصرف میں خرچ کرے۔ اس بارے میں اکثر بے احتیاطی کا جاتی ہے۔ مگر قربانی کے چرم کو خود ہی فروخت کرے تو جائز ہے۔ فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت دیدے۔

چرم قربانی کی قیمتوں کا بہترین مصرف آپ نے معلوم کر لیا ہے۔ کہ قربانی کا مقصد حصول تقویٰ ہے۔ سو چرم ہائے قربانی کو جتنے

زیادہ پاکیزہ اور نتیجہ خیز مصرف میں دیا جائیگا۔ اسی قدر دل کی لطافت و پاکیزگی حاصل ہوگی۔ آج اُمت مسلمہ کو جہالت و بددینی اور بد عقیدگی نے سرمایہ گراہی بنا رکھا ہے۔ ان کے دل و دماغ تاریک نہیں۔ اور وہ صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر آوارہ و پریشان ہیں۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کو صراطِ مستقیم کی دعوت دینا اُن کی آوارگی تلے اعلیٰ اور گراہی کو دور کرنا۔ دینِ حقہ کے قیام و استحکام کی راہیں سمجھانا۔ فقہ حنفی اور عقائد اہل سنت و الجماعت کا تحفظ کرنا اور قوم کے یتیم و آوارہ بچوں کی صحیح معنوں میں تعلیم و تربیت کر کے ان کو دینی بصیرت اور قومی کیہیکر کا مالک بنانا۔ اسلام کی بہت بڑی خدمت اور اُمت مسلمہ کی فلاح و بہبود کا ٹھوس کام ہے۔ اور یہی انجمن حزب الانصار کی واحد غرض و غایت ہے۔ اپنی بساط کے مطابق اُس نے پانچ سال میں جو خدمات سر انجام دی ہیں۔ وہ محتاج بیان نہیں۔

حزب الانصار کے ماتحت دارالعلوم عزیز یہ اپنا علمی فیض قوم کے بچوں کے لئے وقف عام کئے ہوئے ہے۔ مدرسہ عزیز یہ کی غرض اور خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مذہبی تعلیم محض لفظی اور تقلیدی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا نصاب تعلیم کچھ اس طرز پر رکھا گیا ہے۔ کہ طلباء اپنی اپنی عقل و سمجھ کے مطابق مذہبی عقائد کو سمجھ لیں۔ ان میں دینی بصیرت پیدا ہو جائے۔ وہ اسلامی تاریخ اور اپنے اسلاف کے حیرت انگیز کارناموں سے واقف ہو جائیں۔ اسلامی حیات و فلاح کے سرمایہ دار بن جائیں۔ پاکیزگی حیات کے نور سے منور ہو جائیں۔ اپنے قومی کیہیکر پر قائم ہو جائیں۔ اور ایسے بہادر و سرفروشن بن جائیں جن سے ہندوستان میں اسلام کا نام روشن ہو۔ دارالعلوم عزیز کے ماتحت یکم خرم سے دارالمبلغین کا بھی افتتاح ہو گا جس کا مقصد ٹرینیڈ بیغ پیدا کرنا ہے۔ اس نائن میں تبلیغ اسلام وہی کر سکتا ہے جس نے دینی حقت لئی کو اپنی بصیرت سے عقل و نقل کی روشنی میں اچھی طرح ذہن نشین کر لیا ہو۔ اسلامی تہذیب پر کافی عبور حاصل کر لیا ہو۔ مقتضیاتِ وقت سے بخوبی واقف ہو۔ اور موجودہ علوم و فنون میں بھی دستگاہ رکھنا ہو۔ دارالمبلغین کا معیار تعلیم اور امتیازی شان یہی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ غرائم و مقاصد اصلاح اُمت اور تعمیرِ ملت کے لئے بید و قیج اور نتیجہ خیز ہیں۔ مگر ان کی کامیابی سراسر قوم کی امداد و توجہ پر منحصر ہے۔ اگر یہ نہیں تو ہمارے غرائم و مقاصد ایک سراب سے زیادہ کچھ وقعت نہیں رکھتے۔ مگر نہیں ہمیں یقین ہے۔ کہ قوم میں ایسے احساس اور ذی بصیرت افراد پیدا ہو چکے ہیں۔ جو ہر دینی آواز پر لبیک کہنے کے لئے اپنی جان و مال سے تیار رہتے ہیں۔ اور جن کی امداد و توجہ سے دینی مدارس چل رہے ہیں۔

چرم ہاؤز قربانی کی قیمتیں دارالعلوم عزیز یہ کھیر کو بھیرو
اس ہم مجاہد پر اربابِ کرم اور حساس مسلمانوں
اس واحد دینی درس گاہ کو یاد رکھیں گے۔ اور چرم ہاؤز قربانی کی قیمتوں سے دارالعلوم کی خدمت کر کے

عند اللہ باجور ہوں گے۔ یقین کیجئے کہ قربانی کی کھاؤں کا بہترین مصرف یہی ہے کہ آپ ان کو عقائدِ حقہ کی نشر و اشاعت اور کثابت و سنت کی تعلیم میں خرچ کریں۔ آج عقائدِ حقہ کی نشر و اشاعت کی جس قدر ضرورت ہے۔ وہ محتاجِ بیان نہیں۔ آپ کی ادنیٰ توجہ حزبِ الانصار کے ارکان کے عزائم اور بہت و استقلال میں وہ پستی و استواری پیدا کر سکتی ہے۔ جو حیاتِ قومی اور خدمتِ دین کے لئے لازم ہے۔ اور جو مقاصدِ عظمیٰ کی پشتیبان ہے و ما علینا الا ابسلاخ۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

روضہِ اطہر مرزا کی نگاہ میں

ہمارا عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب کے مؤلفات میں اسلام اور باتے اسلام کی شانِ ارفع میں جس قدر گستاخیاں موجود ہیں۔ شاید ہی کسی دشمنِ اسلام کی قلم سے اتنی سرکشی ہوئی ہو۔ مرزا صاحب کی قابلِ اعتراض زندگی اور لائقِ نفرت تعلیمِ حریج کسی طالبِ حق نے نکتہ چینی کی۔ تو مرزا صاحب نے بے خوف ہو کر وہی اعتراض حضورِ مہرِ عالم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرہی صفات پر چسپاں کر کے اپنی صفائی پیش کی۔ یہ دلخراش داستانِ اس قدر عام ہے کہ مرزا صاحب کی غالباً کوئی تصنیف اس سے خالی نہ ہوگی۔

آج تحفہ گولڑویہ کے حاشیہ پر یہ عبارت پڑھ کر دل پارہ پارہ اور جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ کہ آقائے نامدار سیدالابرار رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی داعیِ آرامگاہ کے متعلق قادیان کا ایک وریدہ دینِ انسان کن ناپاک الفاظ کو استعمال کرتا ہے جن کو نقل کرتے ہوئے ہاتھ میں لرزہ اور جگر میں سوز پیدا ہوتا ہے۔ نقلِ کفر کفر نہ باشد۔ کی بنا پر یہ عبارت بے حیبا نقل کی جاتی ہے۔ تاکہ اُن مسلمانوں کو عبرت حاصل ہو۔ جو علمائے اسلام کے متفقہ فتویٰ کفر کے خلاف مرزائیوں کو مسلمان کہنے کی جرات کرتے ہیں۔ اصل عبارت یہ ہے:-

”اور خلافتِ الٰہی نے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھپانے کے لئے ایک ایسی ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت متفقین اور ننگ اور ناپاک اور حشرات الارض کی نجاست کی جگہ تھی۔ مگر حضرت مسیح کو آسمان پر جو بہشت کی جگہ اور مرشدوں کی ہمسائیگی کا مکان ہے بلایا۔“ تحفہ گولڑویہ مدارِ حاشیہ:

مسلمانوں کی بے بسی اور بے کسی اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ایسے رُوح فرسا اور ہوش رُبا الفاظ اُس مہبطِ انوارِ الٰہی کے متعلق سنے جاتے ہیں۔ جو مسلمانوں کے متفقہ عقیدہ میں عرشِ اعظم سے بھی علو مرتبت اور رفعت میں بالاتر ہے۔ مگر ماحولِ حکومت کے مصالح کیا ہیں کہ مرزا کے متعلق معمولی سے معمولی نکتہ چینی پر گرفتِ شرع ہو جاتی ہے۔ اور رسائلِ مضبوط کئے جاتے ہیں۔ مگر مرزا کی گستاخیوں پر نہ کوئی احتساب ہوتا ہے۔ اور نہ لینے سے دل آزار الفاظ کی وجہ سے مرزائی لیٹیجر کی ضبطی ہوتی ہے نہ فقط۔

(حاکم محمد عبدالرحمن جاسمی احمد پوری مفتی اعظم)

بہاولپور کے معرکہ الآراء مقدمہ کا فیصلہ

حضور علیہ السلام کو آخری نبی نہ ماننے والا کافر اور مرتد ہے۔

بہاولپور میں ایک معرکہ الآراء مقدمہ فسخ نکاح مرزا کی کا عرصہ دس سال سے چل رہا تھا۔ جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ مولوی الہی بخش صاحب نے اپنی لڑکی مسماۃ غلام عائشہ بی بی کا نکاح اپنے استاد ذرائع عبدالرزاق سے کر دیا۔ عبدالرزاق مسلمان اہل سنت والجماعت تھا کچھ عرصہ کے بعد عبدالرزاق قادیانی مرزا بن گیا۔

مولوی صاحب موصوف نے عبدالرزاق کو بہت کچھ سمجھایا۔ اور اپنے احباب کے ذریعہ بھی نفہم کرائی۔ مگر وہ مرزائیت پر مصر رہا۔ کہا جاتا ہے کہ عبدالرزاق کو قادیان سے کچھ وظیفہ ملا کرتا تھا۔ غلام عائشہ کی بلوغت مولوی صاحب نے عدالت احمدپور شرقیہ میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا۔ عدالت احمدپور شرقیہ سے دو تحقیقات قائم ہوئیں۔ دیکھا گیا کہ عائشہ نے مذہب قادیانی یا مرزائیت اختیار کر لیا ہے اور اس سے ارتداد لازم آتا ہے۔

دین اگر تصدیق بالا بحق مدعیہ ثابت ہو۔ تو نکاح فیما بین فریقین قابل افساس ہے۔

عدالت احمدپور شرقیہ میں تحقیق شروع ہو رہی تھی۔ مگر مدعا علیہ نے انتقال مقدمہ کی درخواست دے دی۔

اوشل مقدمہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سب ول پور کی عدالت میں منتقل ہو گئی۔ عدالت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب میں عرصہ تک مقدمہ چلتا رہا۔ آخر کچھ مدعا علیہ فیصلہ ہوا۔ مدعیہ نے چیف کورٹ بہاولپور میں اپیل دائر کی جیفیکورٹ نے بھی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب کے فیصلہ کو بحال رکھا۔ مدعیہ نے ریاست کی انتہائی عدالت دربار محلی میں اپیل دائر کی۔ کہ مدعا علیہ نے تبدیلی مذہب کر کے مذہب مرزائی قادیانی اختیار کر لیا ہے۔ جو شرعاً کفر و ارتداد ہے۔ عدالت ہائے تخت نے شرعی تحقیق نہیں کی۔ صرف عدالت ہائے پنجاب و مدراس کے نظائر پر فیصلے صادر کئے ہیں۔ حالانکہ ریاست بہاولپور میں نکاح و طلاق کے فیصلہ جات برائے احکام شرع شریف ہوتے ہیں۔ دربار محلی نے حضرت شیخ الجامعہ صاحب کو فتویٰ شرعی کے لئے طلب کیا۔ شیخ الجامعہ صاحب نے قرآن و حدیث و فقہ سے ثابت کیا کہ مسئلہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے۔ جو شخص آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری نبی نہ مانے یا حضور علیہ السلام کے بعد کسی جدید نبی کا آنا جائز سمجھے۔ وہ کافر و مرتد ہے۔

دربار محلی سے مثل مقدمہ باج سکم ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب بہاولپور کی عدالت میں مزید تحقیقات کیلئے واپس ہوئی۔ کہ شیخ الجامعہ صاحب کا بیان ہے کہ اگر کسی شخص کا قادیانی عقائد کے مطابق یہ ایمان ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی آیا ہے۔ اور اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ تو ایسا شخص چونکہ ختم نبوت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے۔ اور ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے۔ لہذا وہ کافر ہے۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے بطور دلائل کے کئی ایک آیات قرآن شریف پڑھی ہیں جن میں اچھی طرح

واضح کر دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ مگر ہم اس مقدمہ کو فیصلہ کرنے کے لئے صرف شیخ الجامعہ صاحب کی رائے کو کافی نہیں سمجھتے۔ جب تک کہ ہندوستان کے بڑے بڑے علماء اس رائے سے اتفاق نہ رکھتے ہوں۔ اس لئے ہمارے خیال میں یہ مقدمہ مزید تحقیقات کا محتاج ہے۔ اور مدعا علیہ کو موقعہ دینا چاہیے۔ کہ شیخ الجامعہ صاحب کے بالمقابل اپنے دلائل پیش کرے۔ اس لئے ہم یہ مقدمہ مزید تحقیقات کے لئے پھر عدالت ڈسٹرکٹ جج بہاولپور میں بھیجتے ہیں۔ اور ہدایت کرتے ہیں کہ یہ مقدمہ بروئے شرع شریف فیصلہ کیا جاوے۔

جب مثل مقدمہ مزید تحقیقات کے لئے ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کی عدالت میں آئی۔ تو مدعا علیہ کی طرف سے اکابر ملت ہند حضرت علامہ شیخ الاسلام سید محمد انور شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت مولانا محمد تقی حسن شاہ صاحب مراد آبادی۔ مولانا نجم الدین پروفیسر اور نیشنل کالج لاہور۔ مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ بہاولپور۔ مولانا ابوالقاسم محمد حسین صاحب کولٹار کی شہادتیں ہوئیں۔ جن میں نہایت بسط و وضاحت اور دلائل و براہین سے ثابت کیا گیا کہ مسئلہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے۔ اس کا منکر کافر اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔ اور مرزا صاحب کے پیروں عقائد اہل اقبال کفر پر بحث ہوئی اور روز روشن کی طرح مرزائی عقائد کا کفر و ضلال ظاہر کیا گیا۔ مدعا علیہ کی طرف سے شہادت کے لئے مولوی جلال الدین شمس اور مولوی غلام احمد مجاہد نے گواہان مدعیہ پر جرح کی جس کے جوابات گواہان مدعیہ نے نہایت اعلیٰ اور محکم دہیے۔ مدعا علیہ کی طرف سے شہادت کے لئے مولوی جلال الدین شمس اور مولوی غلام احمد مجاہد پیش ہوئے مدعیہ کی جانب سے جرح کے لئے مولانا ابوالوفا صاحب نعمانی شاہجہاں پوری پیش ہوئے مولانا موصوف نے جس انداز اور شہرہ آفاق قابلیت سے جرح کی۔ وہ یقیناً تحیر العقول اور موجب ہزار تحسین تھی گواہان مدعا علیہ کو بعض ایسے امور کا اقرار کرنا پڑا جو مذہب مرزائیہ کی تصریحات کے خلاف تھے۔ گواہان فریقین کی شہادتوں کے بعد مولانا ابوالوفا صاحب نعمانی نے شہادتوں پر بحث کی جس میں دلائل اور براہین سے ثابت کر دیا کہ مرزا صاحب کا کلمہ طیبہ پر بھی ایمان نہیں تھا۔

بعد مولوی جلال الدین شمس نے جوابی بحث تحریری پڑھ کر دخل عدالت کی۔ اس کے جواب میں مولانا ابوالوفا صاحب نے ایک مفصل اور کٹل تحریری جواب (الجواب عدالت میں پڑھ کر دخل کر دیا جس میں نہایت بسط اور تفصیل سے کتب اسلامیہ اور مرزا صاحب کے لٹریچر سے ہر دو تنقیحات کو ثابت کیا۔ بعد مثل مقدمہ فیصلہ میں رہی۔ آخر فروری ۱۳۵۵ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب بہادر نے فیصلہ بحق مدعیہ سنایا۔ اور ڈگری مجبور خریدی۔ یہ فیصلہ ۷۷ ورق پر مشتمل ہے جس میں ختم نبوت کے انکار کو کفر و ارتداد قرار دیا گیا ہے۔ اور حجت تم النبیین کا معنی آخری نبی جمہور اہل اسلام کا معنی تسلیم کیا۔

گیا ہے۔ اور معا علیہ کے مرزائی قادیانی ہو جانے کی وجہ سے اس کو مرتد قرار دیا گیا ہے جس کی وجہ سے اس کا نکاح تاریخ قبول مرزائیت سے فسخ کیا گیا ہے۔

یہ مقدمہ عرصہ دس سال سے دائر تھا۔ فریقین نے شرعی ثبوت بہم پہنچانے میں پوری کوشش صرف کی ہے۔ شل مقدمہ میں فریقین نے اس قدر مواد پیش کیا ہے جو غالباً یکجائی طور کہیں نہیں ملے گا۔ الحمد للہ العظیم کہ حق تعالیٰ نے حق اور صداقت کو فتح و نصرت نصیب فرمائی۔ کارکنان مقدمہ کی طرف سے کوشش کی جا رہی ہے کہ حضرات علما کے کرام کی شہادتیں اور گواہان مدعیہ پر جو جرح ہوئی ہے۔ اور مولانا ابو الوفا صاحب کی بحث اور جواب الجواب اور عدالت کا فیصلہ کئی مجلدات میں کتابی صورت میں شائع کیا جاوے۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق رفیق عطا فرماوے۔ اور اس کے اسباب مہیا فرماوے۔ (محمد عبدالقادر احمد پوری از بہادپور)

رشتات ادارت

اسلام کا نظام زکوٰۃ آج دنیا میں مزدور اور سرمایہ دار کے مفاد کی جنگ زور و شور کیا تھا۔ برپا ہے جس کی مولانا کی اور تب ہی فتنہ قیامت سے کم نہیں غریب امیر کے مفاد کی جنگ نے تمام اقوام و ممالک کو متحرک بے چین اور مضطرب کر دیا ہے۔ موجودہ دور کے اضطراب و بے چینی کا اگر تجربہ کیا جائے۔ تو بھی دو متضادم مفاد نظر آئیں گے جس سے پوری دنیا جہنم کے کنارے آگئی ہے۔ اسلام کی عقل جہان بین مستقیم نظر۔ اور فطرت شناسی نے آج ساڑھے تیرہ سو سال پہلے غربت و امارت میں صحیح توازن قائم کر کے انسانی سوسائٹی کو اس زہر سے پاک کر دیا تھا۔ چنانچہ اسلام نے اُمر کو فطرہ، صدقہ اور زکوٰۃ ادا کرنے کا تائیدی حکم دیا ہے۔ جس کا اندازہ اس لہر سے ہو سکتا ہے۔ کہ زکوٰۃ اسلامی ارکان میں سے ایک نہایت اہم رکن ہے جس کی ادائیگی و وصولۃ خمس کی ادائیگی کے پہلو پہ پہلو بیان کیا گیا ہے۔ حد ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں مانعین زکوٰۃ سے جہاد کیا۔

اسلام امراء کی جیبیں سے کچھ وصول کرنے کا مطالبہ اس لئے نہیں کرتا۔ کہ وہ اسلامی بادشاہوں کے خزانے بھر دے۔ بلکہ اس لئے کہ امراء سے سیکر غریب اور محتاجوں میں تقسیم کر دے تاکہ غریب امراء کے سہم و دُغلسار بن جائیں۔ اور ملت مسلمہ کی مالی ضروریات آسانی کے ساتھ پوری ہوں۔ اسلام نے ہمیں ایک بہترین مکمل ترین اور کما میاب ترین "نظام مالیات" محض اس لئے عطا کیا ہے۔ کہ اربابِ تمول کی دولت ناجائز عیش و نشاط کی بزم آرائی میں برباد نہ ہو۔ بلکہ قومی ضرورتوں کی تکمیل میں صرف ہو۔ اور قوم کی مالی مشکلات کا حل آسانی کے ساتھ ہوتا رہے۔

مگر وہ ری ناعاقبت اندیشی غفلت شعار اور بد قسمت قوم مسلم! تو نے آج تک بقائے قومی کے اس لڑکو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری انجمنیں مالی مشکلات کا رونا دور ہی ہیں۔ ہمارے دینی مدرسے ناداری کے غار میں پڑے سسک رہے ہیں۔ اور قوم کے لیڈروں ہمارے قومی ضروریات کی تکمیل کے لئے کاسہ گدائی لئے اُدھر اُدھر بھاگ رہے ہیں۔ ہمارے اندر اللہ کے فضل سے اربابِ تمول کی کمی نہیں اور ایسے خیر حضرات کی بھی کمی نہیں۔ جو زکوٰۃ و خیرات دل کھول کر دیتے ہیں۔ دینی اور قومی ضروریات کے لئے مالی قربانیاں کرنے والے کچھ نہ کچھ ضرور ہیں۔ اگر کسی ہے تو صرف اس بات کی کہ اربابِ تمول کی زکوٰۃ و خیرات غیر مستحق لوگوں کے شکموں کی نذر نہ ہو جاتی ہیں اور مستحق دین و قومی ضروریات کی تکمیل کرنے والے منہ دکھتے رہ جاتے ہیں۔ اگر مسلمان اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نظام زکوٰۃ قائم کریں یعنی زکوٰۃ و خیرات اجتماعی طور سے خرچ ہو۔ اور نظام مالیات قائم ہو جائے۔ تو آج ہی گداگری اور چنڈہ طلبی کی اخت سے قوم پاک ہو جائے۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا خطبہ جمعۃ الوداع اسلام ایک فطری مذہب ہے جس میں ساتھ دے سکتی ہے۔ اسلام اپنی ایک مستقل تہذیب رکھتا ہے جس میں حسب ضرورت فروعی تبدیلیوں کی بھی گنجائش ہے۔ مغربی تہذیب کی بہت سی باتیں ہماری اسلامی تہذیب سے ٹکراتی ہیں۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ مغربی تہذیب کی جو بات ہماری خاص روایات سے ٹکرائے اور جو چیز ہماری قومی و ملکی روایات و خصوصیات کی قائل ہو۔ اس کو بدترین لعنت سمجھیں۔ اور مغربی تہذیب کی اندھا دھند تقلید کرنے والوں کی جڑ کاٹیں۔ اب خواہ رضا شاہ پہلوی ہو۔ اور خواہ مصطفیٰ کمال پاشا۔ مسلمان اسلام کی قدرتی لچک سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی تہذیب میں فروعی تبدیلیاں تو کر سکتا ہے۔ مگر کسی دوسری تہذیب کے سیلاب میں نہیں بہہ سکتا۔ کیونکہ اسلام کسی دور میں بھی اپنے ماحول سے متاثر نہیں ہوا۔ بلکہ اس نے اپنے گرد و پیش پر خود اپنا مستقل رنگ چڑھایا ہے۔ وہ ہر زمانہ میں اللہ کا خالق رہا ہے۔ مخلوق کبھی نہیں بنا۔ پس مسلمان سے اسلام کی جو ہریت کبھی فنا نہیں ہو سکتی۔ چاہے وہ سیر سے سیر تک انگریز کیوں نہ بن جائے۔

آج ترکوں کی نسبت کہا جا رہا ہے کہ وہ اسلام سے دور جا رہے ہیں۔ اور انہوں نے عملاً اسلامی اصول کو شکست دیدی۔ اگر واقعی ایسا ہی ہے۔ اور ان میں اسلام کی جو ہریت فنا ہو گئی ہے۔ تو ترکوں کے اسلام کا ماتم کرنا چاہیے۔ کہ وہ اسلام کی طرف سے فنا ہو گئے۔ مگر ہم تو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے صرف اسلام کی قدرتی لچک سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور انہوں نے اسلام سے بنیاد ہونے کا بھی ہنک کوئی اعلان نہیں کیا۔ بلکہ اسلام ابھی تک ان کے دل و دماغ میں زیادہ جاگزیں ہے۔ چنانچہ غازی موصوف نے جمعۃ الوداع کے موقع پر یہ زجمعہ سے قبل ایک خطبہ دیا۔ اور اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا :-

”غبار کہہ رہے ہیں کہ ہم نے مذہب کو چھوڑ دیا۔ تاکہ ہم اسلامی دنیا میں ڈیل ہو جائیں اور لوگ ہم

جو عہد ردی رکھتے ہیں۔ وہ نفرت سے بدل جائے۔ اس موقع پر آپ نے اپنی کبھی ہوئی سونچ
حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک باب پڑھا جس میں مرقوم تھا۔ دنیا میں مسلمانوں کو اس
وقت تک سرفرازی حاصل رہے گی جب تک وہ رحمتہ للعالمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ
پر عمل پیرا رہیں گے۔ میں اور میری قوم غور سے نہیں فخر سے کہہ سکتی ہے۔ کہ اُس نے نبی آخر الزمان کے
دامن کو کبھی نہیں چھوڑا۔ انہیں کی برکت کا نتیجہ ہے۔ کہ آج ترکی کی طاقت سے بڑی بڑی طاقتیں
لرز رہی ہیں۔

چین کے اور ہندوستان کے مسلمانوں کا مذہبی مقابلہ | ڈاکٹر خالد شملہ ایک
مائیہ ناز بالغ نظر سیدر دہلیت ہیں۔ یہ آج کل ہندوستان کا دورہ کر رہے ہیں۔ اس اسلامی ضرورت کے
ماتحت کہ انگلستان سے ایک ایسا اسلامی اور تبلیغی اخبار جاری کیا جائے۔ جو یورپ کی بے دینی اور
لانڈھی میں ایک انقلاب پیدا کر دے۔ آپ کا یہ مقدس مقصد نہایت وقیع اور بجا نتیجہ خیز ہے۔
خدا کرے آپ اپنے ارادے میں کامیاب و بامراد ہوں۔ اس سلسلہ میں آپ مراد آباد میں تشریف لے
گئے تھے۔ اس ضمن میں اُن کی ایک ملاقات کا ذکر محضر مہمند بخجور نے ان الفاظ میں کیا ہے
آپ نے فرمایا :-

”میں نے قریب قریب تمام اسلامی ممالک کی سیر کی اور ہندوستان کے مسلمانوں سے بھی مل چکا ہوں
لیکن ہندوستان کے مسلمانوں میں جس قدر بے حسی۔ بے حمیت اور بے عملی ہے اس قدر کسی دوسرے ملک
میں نہیں پائی جاتی مثلاً چین کے مسلمان ظاہری وضع و ہیئت کے لحاظ سے مسلمانان ہند کی مذہبیت کا
مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ان کے ناموں میں بھی وہ عربیت اور اسلامیت نہیں ہوتی۔ اُن کی زبان بھی چینی ہی
اور اُن کے طور و اطوار بھی چینی۔ لیکن اُن کی جرأت و مردانگی۔ بہادری اور بے خوفی۔ آزاد منشی اور بے پردہ
غیرت و حمیت۔ حریت پروری اور باعملی ہندوستانی مسلمانوں سے ہر گز زیادہ ہے۔ چینی مسلمان اور
چینی بدھ میں نمایاں فرق یہ ہے کہ مسلمان ایم اور سگریٹ کے نزدیک نہیں جاتا۔ ملک کے پورے فوجی
نظم پر قابض ہے۔ بودھ مذہب والوں سے تعداد میں کم ہے۔ لیکن ملک میں غالب اور ہیبت انگیز
بن کر رہتا ہے۔ اور ہندوستان کے مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ تعداد میں تمام دنیا کے ممالک سے
فرداً زیادہ ہیں۔ لیکن اس قدر ناکارہ بے احساس اور بے عمل ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔
اس کی وجہ مذہب کے بالغ نظر اور سنگت نگار ایڈیٹر نے یہ قرار دی ہے کہ :-

اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے ممالک کو صحابہ یا تابعین نے فتح کیا۔ اور ہندوستان کو نو مسلموں
ہندو یہاں ظاہر پرستی رہ گئی۔ اور حقیقت غائب ہو گئی۔

ہماری ناچیز رائے میں یہ کوئی محفل اور ذہن نشین وجہ معلوم نہیں ہوتی بلکہ ایک جذباتی چیز ہے جسے خیال میں اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہندوستان میں انجمنیں - اخبارات و رسائل - وعظ و تلقین اور چرچ و پکار کثرت کے ساتھ ہے۔ اس لئے ہندوستانی مسلمان بے حس - ناکارہ اور بے عمل ہیں۔ یہ چیزیں اگر حیات قومی کی علامات اور ترقی کے سامان ہیں۔ لیکن چونکہ انجنوں اور اخبارات و رسائل اور عقول کے لیے کمزوری کی اکثریت تعمیر و اصلاح کی حقیقی معرکہ سے محروم ہوتی ہے۔ اس لئے ان چیزوں نے ہندوستانی مسلمانوں کو ناکارہ بے حس اور دماغی عیاش بنادیا ہے۔ اب ہندوستانی مسلمان ہے اور تہذیبوں کی چمچ دار تقریریں۔ باقی اللہ اعلم خیر صلا۔ کش! ہندوستانی مسلمان ڈاکٹر صاحب موصوف کی تنقید سے عبرت نصیحت حاصل کریں۔

میرزائے قادیان کا ایمان قرآنی معیار پر

مرزا صاحب کی علمی زندگی اعدان کی تصانیف کا اگر کوئی شخص حلی الذہن ہو کر نہ نظر نائز ہو سکتا ہے۔ تو وہ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ میرزا صاحب کا سارا اسلام سٹے سے ٹا کر صرف ان چیزوں میں محدود ہو گیا تھا۔ اور آپ نے انہیں کو اپنے دین و ایمان کی بنیاد و اساس قرار دے کر قادیانی مذہب کی بنیاد رکھی۔

۱۔ اپنے آپ کو جملہ انبیاء و اولیاء سے افضل ثابت کرنا اور مختلف طریقوں سے انبیاء و اولیاء کی توہین کرنا۔

۲۔ مختلف و متضاد دعویٰ کر کے اپنی شخصیت کو ایک ایسا لایخل متہ بنالینا جس کو قادیانی قیامت تک بھی نہ حل کر سکیں گے۔ جہدیت ثابت ہوگی تو نبوت ایک روشن حقیقت بن جائیگی۔ دنیا میں میرے نزدیک علاوہ دیگر چیزوں کے تین چیزیں لایخل ہیں۔ آریوں کی قدامت روح و مادہ۔ عیسائیوں کی تثلیث۔ اور مرزائیوں میں مرزا غلام احمد صاحب کی شخصیت۔

۳۔ قرآن غریبی تفسیر بالرائے کر کے اور احادیث نبویہ سے زبردستی اپنی بات منوا کر دفات پر کو ثابت کرنا اور ان کی جگہ خود کو پیش کرنا۔

۴۔ پادریوں کو دجال اور عیسائی اقوام کو یا جوج قرار دے کر دجال اور یا جوج یا جوج کی حکومت کو مضبوط کرنا۔ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کو جبراً ایمان قرار دینا۔ اور اسلامی حکومتوں کے فساد و بربادی کی دعائیں مانگنا۔

ہے ایسے مخالف مسلمانوں کو حکومت کی نظروں میں گردن زنی ٹھیکرنا یہ کہہ کر کہ یہ خونِ مہدی کے منتظر ہیں۔ اپنے زمانے والوں کو دلدل الحرام قرار دینا۔ ان کو غفلت سنانا۔ اور دنیا کے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیکر شریعتِ محمدی کو منسوخ کر دینا۔

بس مرزائیت کے یہ پانچ ارکان ہیں۔ جس کو مشتبہ ہو۔ وہ مرزائی لٹریچر کا مطالعہ کرے۔ مرزا صاحب کی تمام تقاضا پر و تقاریر کا زور اپنی آغوشِ برصفا ہوا۔ اور ان کی تمام قرآن دانی اسی حد تک محدود تھی۔ مرزا صاحب کو اسلام اور مسلمانوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ دونوں جاہلی بھاڑ میں۔ یاروں کو اپنے حلوے مانٹے سے کام۔ اُترے بات غلط ہے۔ تو مرزائیوں سے پوچھو کہ مرزا صاحب تے مذکورہ بالا کاموں کے سوا اور اسلام اور مسلمانوں کی کوئی خدمت کی؟ رہا براہینِ احمدیہ کا لکھ دینا۔ وہ ان کو مجتہد نہیں بنا سکتا۔ اس سے آج کی جو غرض تھی وہ دنیا کو معلوم ہے۔ اگر مذکورہ بالا آغوشِ برصفا ہی کا نام اسلام ہے تو بیشک مرزا صاحب اپنے خود ساختہ اسلام کے مجتہد اور نبی تھے۔ میرے خیال میں تو مرزا صاحب کو محمدؐ زبانی کہنا ان کی انتہائی توہین ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کسی بادشاہ کو وزیر یا حاکم کہہ دیا جائے مرزا صاحب تو خدا تھے (لخود باللہ)

علاوہ ازیں ان پانچوں امور سے قطع نظر کر کے جب ہم اسلامی زندگی کے اوصاف و خصائص کو سامنے رکھ کر مرزا صاحب کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں۔ تو وہ ایک ایک قرآنی معیار سے گرتے جاتے ہیں۔ اور بالآخر وہی دیکھتے ہیں جس کی پیشگوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دی تھی۔ یعنی کذابوں و دجالوں میں سے ایک۔ لیجئے میں آپ کے سامنے اسلام کا ایک اہم فرضیہ رکھتا ہوں۔ اور اس کے مطابق مرزا صاحب کی زندگی کا جائزہ لیکر آپ کو دکھاتا ہوں۔

اسلام کا ایک اہم فرضیہ جو بعض فی اللہ ہے۔ یعنی اللہ کے لئے کسی سے دوستی یا دشمنی رکھنا جو خدا اور اس کے رسول کے دشمن ہیں۔ ان سے دشمنی رکھنا۔ اور جو خدا اور اس کے رسول کے دوست ہیں۔ ان سے دوستی رکھنا۔ خدا اور خدا کے رسول کی محبت کے دعویٰ کا ثبوت اس حب و بعض فی اللہ کے جذبہ سے ہوتا ہے۔ عشق و محبت والے جانتے ہیں۔ کہ محبوب کے دوست بھی محبوب ہوتے ہیں۔ اور محبوب کے دشمن دشمن۔ محب محبوب کی دوستی دشمنی کا آئینہ ہوتا ہے۔ پس مومن جس کی شان میں "اللہ حبیب اللہ" آیا ہے۔ اس کو تو لامحالہ اپنے محبوب حقیقی کی دوستی و محبت کا آئینہ ہونا پڑیے۔ اور اگر کسی مسلمان کی ذہنیت یہ ہوے

تہیں چاہوں تمہارا لئے چاہنے والوں کو بھی چاہوں!

میرا دل پھر دو مجھ سے یہ عجب گڑا ہو نہیں سکتا

تو ایسے نام کے مسلمان سے کہہ دو کہ وہ اسلام سے کوسوں دور ہے۔ یاد رکھو۔ جو مسلمان حب و بعض فی اللہ

کے جذبہ سے محروم ہے اُس کا ایمان کامل نہیں۔ چنانچہ ابو امامہؓ کی حدیث میں ہے :-

تَالِیَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَالْبِغْضَ لِلَّهِ وَأَعْطَى لِلَّهِ وَمَنَعَ لِلَّهِ
فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ (رواہ ابو داؤد)

کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے
خدا کے لئے دوستی کی اور خدا کے لئے دشمنی رکھی۔
اللہ کے لئے دیا۔ یعنی اللہ کی راہ میں اپنے مال کو فوج
کیا۔ اور اللہ ہی کے لئے منع کیا۔ اُس کا ایمان کامل ہو گیا۔

نیز ایک اور حدیث میں آیا ہے :-

تَقَرَّرَ بِأَنَّ إِلَى اللَّهِ سُبْحَانَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْمَعَاصِي
ابن سعد سے روایت ہے :-

أَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى نَبِيِّهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ أَنْ تَلَى
لِفُلَانٍ الْعَابِدِ أَمَّا زُهْدُكَ فِي الدُّنْيَا فَتَحَلَّتْ
رَاحَةُ لِنَفْسِكَ وَإِنَّمَا الْقِطَاعُ عَلَى الْإِي فَتَعَسَّرَتْ
بِي فَأَمَّا أَعْلَمْتُ نِي فَعَمَلِي عَلَيْكَ حَقٌّ قَالَ يَأْتِ
وَمَا زِلْتُ عَلَى قَالِ حَلَّ عَادِيَّتِي بِي عَذَقًا وَهَلْ
وَأَلَيْتُ فِي دَلِيَّتَا

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی
پر وحی کی کہ فلاں عابد و زاہد کو کہہ دو کہ تو نے
جو دنیا میں زہد کیا۔ اُس سے اپنے نفس کی راحت
پائی۔ اور تیرا سب سے جدا ہو کر مجھ سے جڑنا۔ اس کے
عوض میں تو نے عزت پالی پس تو نے ہمارے لئے کونسا
عمل کیا جس کا حق تجھ پر تھا۔ عابد نے عرض کیا۔ خداوند!

تیرا حق مجھ پر اور کیا ہے ؟ ارشاد باری ہوا کہ تو نے میرے دشمن سے دشمنی اور دوست سے دوستی کی ؟
معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے یہاں جب و بغض فی اللہ واجب دین میں سے ہے۔ اور اسلامی تصوف کا
مُرکن اعظم ہے۔ کون نہیں جانتا کہ محبوب کے دوستوں کی محبت اور اُس کے دشمنوں کی عداوت کو از محبت سے جو
محبت صادق ان دونوں عملوں میں کب و فعل کا محتاج نہیں ہوتا۔ بلکہ قدرتی طور پر اس میں یہ جذبہ ہوتا ہے۔ مگر
یہ بات فلسفہ نبات سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر زیادہ تفصیل کروں گا تو اپنے مقصود سے بہت دور چلا جاؤں گا۔
اس لئے مختصر اتنی بات بیان لیجئے کہ محبت صادق اس جذبہ میں کب و فعل کا محتاج نہیں ہوتا۔ مگر
دوسرے اعمال میں محتاج ہوتا ہے۔ پس جو شخص خدا کی محبت کا دعویٰ کر لے اور اس کے دشمنوں سے بیزاری
کا اظہار نہیں کرتا۔ اس کی دوستی خدا کے یہاں مقبول نہیں۔ بلکہ وہ منافق ہے۔ چنانچہ حاجہ ابوسمیعین عبداللہ
بن ابی منصور انصاریؒ جو اولاد حضرت ابوالیوب انصاریؒ میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں :- "جو شخص خدا کے
دشمنوں سے عداوت نہ رکھے اُس سے گنا بہتر ہے"

سبحان اللہ کیا بات بیان کی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ گنا اپنے مالک کا تباہ و تاراج دہتا ہے۔ کہ اگر اس
مالک پر کوئی اُس کا دشمن حملہ کرے۔ تو وہ آگے بڑھ کر سینہ سپر ہو جاتا ہے۔ اور زمرہ چکھا دیتا ہے۔
پس جو شخص خدا کے دشمنوں سے عداوت نہیں رکھتا۔ وہ کیوں نہ کہتے سے بدتر ہو گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ حسنہ

دیکھیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

خلاف سختی سے بہادری شروع کر دیا۔ ادب اب تک کی پرچہ نہ کی۔ توبہ گاہ خداوندی میں یہ مجاہدانہ ولولہ اور نیرازانہ جوش ایسا بھاریا کر خلیل اللہ کے لقب سے سرفراز کیا۔ اور خلعتِ خلعت سے نوازے گئے۔ خلیل اس دورت کو کہتے ہیں جس کی راہِ محبت میں کوئی خیرِ خلل انداز نہ ہو۔ اپنی محبوب سے محبوب اور عزیز ترین چیز کو اپنے محبوب کے حکم پر قربان کر دے۔ خدا کے دوستوں سے دوستی رکھے۔ اور اس کے دشمنوں سے دشمنی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس اسوہ حسنہ میں خدا کی محبت کا دعویٰ کرنے والوں کے لئے ایک عمدہ نمونہ ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتے ہیں:-

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ
وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا اتَّبِعُوا مَهْمَا آتَاكُمْ مِنْكُمْ
وَاللَّهُ يَخْتَارُ مَنْ يَتَّبِعُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
يُجِبْ لَهُ الْوُثْقَيْنِ الْغُلَّةَ الْأُولَىٰ وَالتَّغْلَةَ
الثَّانِيَةَ وَاللَّهُ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّرَبِّهِ

تمہارے لئے ابراہیم ہیں اور ان لوگوں میں جو ان کے
شریک حال تھے۔ عمدہ نمونہ ہے۔ جبکہ ان سب نے
اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے رسول
موجود سمجھتے ہو۔ ان سے پیار ہیں۔ تم تمہارے منکر
ہیں۔ ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض

ظاہر ہو گیا۔ جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔

اس کے بعد فرمایا:-

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن
كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ
بِهَا يَتَّبِعُوا (سورہ متحہ)

بیشک ان لوگوں میں تمہارے لئے ایسے شخص کیلئے
عمدہ نمونہ ہے۔ جو اللہ کا اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتا ہو۔
یہاں سے ثابت ہوا کہ طالب حق اور محب صادق کے لئے حب و بغض فی اللہ و وجہات میں سے ہے یہی

وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے کافروں کے ساتھ مولات و دوستی کو ممنوع قرار دیا ہے۔ ارشاد باری ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ
الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ
اللَّهِ فِي شَيْءٍ

مومن مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔
اور جو ایسا کرے اللہ سے کچھ واسطہ اور تعلق
نہیں ہے۔

پس ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ کافروں کی عزت و قوت کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھائیں۔ اور ان کو اپنا دوست
و ہمراز بنا کر ان پر بھروسہ نہ کریں۔ اس جانفت کی وجہ یہ ہے کہ امداد و اعانت صداقت کو لازم ہے۔
اور جو مسلمان کافروں کو اپنا دوست بنائے اور ان کی امداد و اعانت کرے۔ وہ بے غرض تو ایسا کر ہی نہیں
سکتا۔ اس میں کوئی نہ کوئی غرض پنہاں ہوگی۔ یا تو وہ کافروں کی قوت و شوکت سے خائف ہو کر ان کی چال پوسی
کرے گا۔ اور یا محب بال و مجاہد کی وجہ سے۔ اور یہ دونوں غرضیں مومن کی شان کے منافی ہیں۔ اس لئے ان کو

دوستی اور موالات سے رد کیا گیا ہے۔

اس باب میں امام فخر الدین رازی کی تحقیق | مذکورہ بالا آیت مقدمہ کی تفسیر میں

حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں :-
جاننا چاہیے کہ کسی مومن کا کسی کافر کے ساتھ موالات و دوستی کرنا تین وجوہات کا متحمل ہے۔ اول کہ وہ اس کے کفر سے راضی ہو۔ اور اس وجہ سے اُس کی دوستی رکھے۔ یہ ممنوع ہے۔ جو شخص کافروں سے اس قسم کی دوستی رکھے وہ اُس کافر کے دین کی تصدیق کرتا ہے۔ اور تصدیق کفر کفر ہے۔ اور کفر کے ساتھ راضی ہونا بھی کفر ہے۔ اہل صورت میں محال ہے کہ اس قسم کی دوستی رکھنے والا مومن ہے دوسرے دنیا میں بظاہر کفار کے ساتھ حسن معاشرت رکھنا یہ غیر ممنوع ہے۔ اور تیسری قسم جو مذکورہ بالا دو قسم میں مانند متوسط کے ہے۔ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ موالات کرنا اُن کی اعداد و اعانت کرنا۔ اور اُن کی نصرت کرنا۔ بسبب شر داری یا بسبب محبت کے ساتھ اس اعتقاد کے کہ اس کا دین باطل ہے۔ مگر مانعت اُس کی بھی ہے۔ کیونکہ اس طرح سے کفار و شرکین کے ساتھ موالات رکھنا اس کے طریقہ کی اچھائی اور دین کی صفائی مندی کی طرف لے جاتا ہے۔

واعلم ان كون المؤمن موالياً للكافر محتمل
ثلاثة اوجیه احدها ان يكون راضياً بكفره
وتولاه لاجله وهذا ممنوع منه لاني
كل من فعل ذاك كان مصوباً له
في ذاك الدين وتصبح الكفر كفاً
والرضا بما الكفر كفر فليست محتمل ان
يلقى مومناً مع كونه بهذه الصفة و
ثانيها المعاشرة الجميلة في الدنيا محب
الظاهر وذاك غير ممنوع منه والقسم
الثالث وهو كان المتوسط بين القسمين
الاولين هو ان موالات الكفار والمعونة
والمظاهر والنصرة اما بسبب القرابة
او بسبب محبة مع اعتقاد ان دينه
باطل فهذا لا يوجب الكفر الا ان
منه عن لائق الموالاة لهذا المعنى
قد يجوز الى استعانة طريقه والرضا
فيه الخ (تفسير كبير)

سبحان اللہ کیسی عمدہ تحقیق! شگفتہ نمٹنے لگی اور جوش صداقت ہے۔ اس میں حضرت امام صاحب رحمہ نے زیر بحث مسئلہ کو اچھی طرح واضح کر دیا۔

اس بار میں حضرت عمر فاروق کا طرز عمل | حضرت امام رازیؒ نے حضرت ابی

ہے۔ کہ انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ سے عرض کیا کہ ایک نصرانی کاتب آیا ہوا ہے۔ جو اپنے فن میں پورا ماہر ہے۔ میری رائے تو یہ ہے۔ کہ آپ اُس کو کسی کام پر مامور کر دیں۔ اور اُس کے کمال فن سے فائدہ اُٹھائیں۔ فاروق اعظم نے یہ رائے سن کر فرمایا۔ اللہ پاک تجھے ہلاک کریں کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَ
الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِهِ كُفْرًا وَ
الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِهِ كُفْرًا وَ
الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِهِ كُفْرًا وَ

حضرت ابی موسیٰؓ: یہ تو بالکل ٹھیک ہے۔ میرا مطلب تو نہیں کہ آپؐ اس آیت کے خلاف اس کو بدست بنائیں۔ اس کا دین اُس کے ساتھ ہے۔ اور ہمارا دین ہمارے ساتھ ہے۔ ہمیں تو صرف اُس کی کتابت سے غرض ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ: میں ہرگز ان کفار و مشرکین کو عزت و تکریم نہیں دوں گا جن کا اللہ تعالیٰ نے ذلیل و رسوا کیا ہے۔ اور جن کی امانت کی ہے۔ نیز میں ہرگز ان لوگوں کو اپنے نزدیک نہ آنے دوں گا جن کو خدا نے قدوس نے ہم سے دور کیا ہے۔

حضرت ابی موسیٰؓ: بصرہ کی دفتری حکومت کا کام اس نصرانی کے بغیر نہیں چل سکتا۔ حضرت عمر فاروقؓ: اچھا اگر یہ نصرانی مر گیا۔ تو پھر تم کیا کرو گے؟ آخر اس کی موت کے بعد بھی تو کچھ انتظام کرو گے ہی۔ سو جو انتظام تم اس کی موت کے بعد کرو گے۔ اب کیوں نہیں کر لیتے۔ اور ایک مشرک کی امداد و اعانت سے مستغنی ہو جاؤ۔

تاریخ انبیا و اہل بیتؑ
یہ تھا حقیقی ایمان اور جو ش اسلام جسے دین حق نے قیام و استحکام پایا۔ اور جس نے اسلامی خودداری اور قومی شرف و اعزاز کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا۔ آہ اوہ جماعتیں۔ وہ لیڈر اور وہ لوگ جو مسلمانوں کی منافیت کی کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اور انگریزوں کی دوستی و اعانت کو مسلمانوں کی خیر و فلاح کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور جو کفار سے فدا کر مشرکوں کو اپنا حاجت روا سمجھ لینے کا درس دیتے ہیں۔ وہ مذکورہ بالا تصریحات کی موجودگی میں اسلام سے کتنی دور پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ اسلام کے کیسے خطرناک دشمن ہیں۔ ایسے بے غیرت، بزدل اور منافق مسلمانوں کو حضرت عمرؓ کے قول سے اسلام کو سمجھنا چاہیے۔ غیرت و حمیت کا سبق حاصل کرنا چاہیے اور اگر ان کے دل کی گہرائیوں میں ایمان و غیرت کا کوئی ذرہ باقی ہے۔ تو جلد بھربانی میں ڈوب مرنا چاہیے۔ کہ ان کے منہ و جود اور علامانہ و مہنیت نے اسلامی شرف و اعزاز کو بے دکا رکھا تھا۔

اُف! قیامت ہے۔ کہ وہ دین جو ادیان عالم پر غلبہ پانے کے لئے دُنیا میں آیا تھا۔ اور وہ قوم جو دُنیا میں حکمرانی و جہاں نہانی کے لئے بھیجی گئی تھی۔ وہ بزدل غلاموں۔ اسلام فروشوں سے پابجولاں ہے اور وہی قوم انبیاء کی ٹھکروں میں پڑے رہنے کو عروج و ارتقا کا زینہ سمجھتی ہے۔ میری تو روح فنا ہوئی ہے۔ کہ قیامت کے روز ایسے لوگوں کا کیا حشر ہوگا۔ جو آج کفار و فساد کی تعظیم و تکریم کو اسلامی خلاق سمجھ رہے ہیں۔ ان کے قرب و حضوری کے لئے ملک و ملت کو بھاڑ میں جھونک رہے ہیں۔ اور ان کی وفاداری و حیا اپنی کو اپنی زندگی اور ترقی کا ذریعہ سمجھ رہے ہیں۔

تصریحات بالا کا نتیجہ و حلاصہ یہ ہوا کہ کفار و فساد کی عداوت اور ان سے

بیزاری خدا کی محبت و اطاعت کی نشانی اور رُوح ایمان ہے۔ اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا۔ حضرت حواجر محمد مصحوم خلف ارشد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اسمی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں :-

شفقت آثار! اکثر صوفیہ خام و لاعلمہ ابن کفار کی دوستی سے نہیں ڈرتے۔ سبحان اللہ۔ سرور انبیاء اور رؤس انبیاء و رؤس فقرا و اولیاء را کہ الفقر فخری فرمودہ علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام حکم میشود۔

یا ایچھا النبی جاہد الکفار و المنافقین و اعط علیہم و طریقہ مرضیہ نیز غلطہ و قتال با کفار بودہ عجب فقر اند کہ را و پیغمبر خدا و شیوئے خور و گدا شستہ را و دیگر اختیار کردہ اند۔ وظائف طریقہ مرضیہ او گزیدہ غیر از ضلالت و گمراہی نخواہد افزود (مکتوبات مصحوبہ۔ جلد ثالث۔ صفحہ ۱۸۴)

خلاصہ یہ کہ بہر حال میرا مقصود قرآن پاک۔ احادیث رسول۔ تعامل صحابہ اور اقوال بزرگان دین ثابہ اور فاضل ہو گیا۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرنے والوں کے لئے جب دفع فی اللہ واجب دین مبین سے ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ | شاید ان سب کا مفاد و مدلول یہ سمجھا جائے کہ ان کی رُوسے تو ثابت ہوا کہ کفار و مشرکین سے عہد و پیمان اور اتحاد و اتفاق ہی ناجائز ہے۔ اگرچہ ان سے عہد و پیمان اور اتحاد و اتفاق میں کوئی ملکی و ملی مصلحت ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ یہ شبہ ہی نہیں۔ اسلام میں بہت سے ایسے متشدد فی الدین علماء گذرے ہیں۔ اور اب بھی قری تعداد میں موجود ہیں۔ جن کا تشدد کس بائیس میں اس خدک بڑھ گیا ہے۔ کہ وہ بھی جائز نہیں رکھتے کہ مسلمان غیروں کے ساتھ حسن معاملات اور حسن عاقبت سے پیش آئیں۔ اور ان کے کسی قول و فعل پر بھروسہ و اعتماد کریں۔ سو ایسے ہی بزرگوں کی بدلت اسلام جیسا امن پسند اور صلح جو مذہب بنام و رسوا ہو رہا ہے۔ انصار اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام غیر مذہب والوں کے ساتھ میل جول اور حسن سلوک کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ اور پھر ان کے تشدد سے اسلام کے دشمن اور حاسدوں نے یہ نتیجہ نکال لیا۔ کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ سچ تو یہ ہے کہ اسلام کے ایسے ہی نادان دوستوں نے اسلام کے ساتھ دشمنی کی اور کر رہے ہیں تحقیقت یہ ہے۔ کہ وہ متشدد فی الدین قرآنی حقائق و معارف اور دینی بصیرت سے کوسوں دور ہیں۔

سوائے شہد کا جواب اور ایسے متشدد لوگوں کی نسبت معلوم کر لینا چاہیے کہ بیشک خدا نے حکیم و بصیر کفار کو یار غار اور اپنا اعوان و انصار بنانے سے منع کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی قرآن کریم عہد نبوت کے حالات و واقعات اور ہر رکانِ دین سے اس کی بھی وضاحت کر دی ہے۔ کہ یہ حکم ایسی حالت کے متعلق ہے جبکہ ان کے یار بنانے میں دین کی ذلت ہو۔ دینداروں کو اذیت پہنچتی ہو۔ اور ملکی و ملی مصلحتیں تباہ ہوتی ہوں۔ ان حالتوں اور کافروں کو چھوڑ کر اور تمام کفار و مشرکین سے جس معاملت پیش آنی کو اسلام ہرگز ہرگز منع نہیں کرتا جیسا کہ سورہ ممتحنہ کی آیتوں سے ثابت ہوتا ہے۔

غلاوہ ازین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات و واقعات دُنیا کے سامنے ہیں۔ جو اس بات پر گواہ ہیں کہ حضور نے کفار کے ساتھ عہد و پیمان کئے۔ اور ان سے جس معاملت پیش آتی تھی وہ حقیقتِ مذکورہ بالا تمام احکام صرف اس صورت کے متعلق ہیں۔ کہ کفار و مشرکین دین و ایمان اور مسلمانوں کے دشمن و بدخواہ ہوں۔ ورنہ اسلام کہتا ہے۔ کہ تم خود بڑھ بڑھ کر اُن کی طرف دوستی اور اخلاص کا ہاتھ بڑھاؤ۔ مسلمان کی زندگی کا مشن ہی یہ ہے کہ وہ دُنیا میں ہر قوم کے کمزوروں و غلاموں و درماندوں اور غریبوں کے حامی و ناصر ہوں۔ نبی فرغ انسان کے ہمدرد و خیر خواہ ہوں۔ اور محسوس کی نفع رسانی کے لئے ہر وقت کمر بستہ ہیں۔

اب جبکہ تمام ابتدائی امور طے ہو چکے
مذکورہ بالا امور کی روشنی میں مرزائیت کا غلامانہ نظام | اور ثابت ہو چکا کہ جب و بغض فی اللہ واجبِ دین میں ہے۔ تو ایک طرف ان تمام تصریحات کو لیکھئے۔ اور دوسری طرف مرزا صاحب کے اقوال و افعال۔ خدا کی قسم تم بے اختیار چیخ اُٹھو گے کہ مرزائیت نے اسلام کی کمر توڑ کر رکھ دی مرزا صاحب خود تو اسلامی اوصاف و خصوصیات سے محروم تھے مگر اُن کی سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ میری نبوت خانہ ساز پر ایمان لا کر تمام دُنیا کے مسلمان اسلامی اوصاف و خصوصیات سے محروم ہو کر نصاریٰ پرستی کو اپنا دین و ایمان بنالیں اور اُن سے روحِ ایمان سلب کر لیں۔

مرزائی مرزا صاحب کی نبوت کا ذبح کا ڈھول پیٹ پیٹ کر مسلمانوں کے کان کھایا کرتے ہیں۔ کہ ہمارے مرزا صاحب نے یہ کیا وہ کیا۔ اچھا صاحب! اُنہوں نے سب کچھ کیا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کر سکتے تھے۔ کہ ساری دُنیا کے مسلمانوں کو کافر بنا ڈالا۔ یہ اسلام کی اتنی بڑی خدمت ہے۔ جو توحید باللہ تمام انبیاء علیہم السلام ہی نہ کر سکے۔ ان سب باتوں کو جانے دیجئے۔ یہیں مرزائی صاحبان یہ بتلائیں کہ مرزا صاحب جب و بغض فی اللہ کا جذبہ بھی رکھتے تھے؟ اصل قرآنی معیار پر بھی وہ پورے اُترے ہیں؟ ہم خدا سے وعدہ لا شرک کی قسم کھا کر کہتے ہیں۔ کہ وہ سب کچھ اپنے زعمِ باطل میں ثابت کر سکتے ہیں۔ مگر اس قرآنی معیار پر اپنے مرشد کو کالی الایمان ثابت نہیں کر سکتے تھے۔

دلوکان بعضہم لبعض ظہیرا۔ تو کیا اُن کا اسلام کوئی نیا اسلام تھا؟ ہاں ضرور تھا۔ محمد رسول اللہ ﷺ لا اسلام الگ کوئی اسلام ہی نہیں تھا بلکہ اُس کی ضد تھا۔ جیسی تو اسلامی حقائق کا کلیجہ اپنے تھوٹتے تیروں سے چھید ڈالا۔ آہ! اسلام کے سینے میں ناسور پڑے جاتے ہیں جس کی ٹیس سے مسلمانانِ عالم مرغِ بسل کی طرح تڑپ رہے ہیں۔

خداوند! کیا مسلمان دنیا میں اسی لئے زندہ ہیں کہ اُن کی آنکھوں کے سامنے حق و صداقت کو ذبح کیا جائے اور جب اس دردناک اور قیامت خیز سہوناک منظر سے مسلمان چھپیں تو جبر و استبداد اُن کا گلہ گھونٹ دے۔ بارِ الہا! اس سے تو بہتر ہے کہ اُن کو موت دیدے۔ وہ اس ظالم دنیا میں زندہ رہنا نہیں چاہتے جس میں تیرے حبیب کی شریعت کا قتل عام ہو۔ وہ پھانسی کے تختوں پر لٹک سکتے ہیں۔ وہ مصائب و آلام کے پہاڑ آسانی اور خوشی کے ساتھ اٹھا سکتے ہیں۔ اور وہ اپنے جسموں کو مصیبت کی دھکتی ہوئی آگ میں جھونک سکتے ہیں مگر یہ گوارا نہیں کر سکتے۔ کہ محمد رسول اللہ کے اسلام کی حرمت پامال ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ مسلمانوں کو اس دنیا میں زندہ رہنا پڑیگا۔ اور وہ یونہی شریعتِ اسلامیہ کی بے بسی اور لاچارگی کا ردِ ناروئے رہیں گے۔

لو ہم خود مبتلائے دیتے ہیں۔ کہ مزارِ صاحبِ حب و بغض فی اللہ کے جذبہ سے محروم ہی نہ تھے بلکہ اُن کا مذہب یہ تھا کہ اللہ والوں سے دشمنی اور بغض رکھا جائے۔ اور اللہ کے دشمنوں سے دوستی۔ ہم مسلمانوں کو چھتے ہیں کہ کیا دینِ حق کے مقام و استحکام کے فرض سے وہ سبکدوش ہو چکے؟ اگر نہیں تو انہوں نے اب تک کیا کیا کام اُن کے کرنے کی بات یہ نہیں کہ وہ اندھے جوش اور فوری جذبہ سے متاثر ہو کر قانون کی حدود توڑ دیں۔ وہ غلام ہیں۔ اُن کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے دماغی توازن کو قائم رکھیں۔ قانونِ دامن کا احترام قدم قدم پر کریں۔ اور اس کے بعد قانونی حدود میں رہتے ہوئے فتنہ مرزاہیت کی سرکوبی کیلئے جو کچھ بھی کر سکتے ہوں کریں۔ ہر شخص مبلغِ اسلام اور محافظِ اسلام بن جائے۔ اور اپنا مال خدا کی راہ میں قربان کر دیں۔ اس وقت سب سے زیادہ مالی قربانی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ خلیفہ قادیانی نے ہر تنطیع مرزائی سے دو دو سو روپے حیدہ کی تحریک کا آغاز کر دیا ہے۔ اور اس طرح وہ بہت جلدی لاکھوں روپے جمع کر لیں گے۔ تم خیر سرمایہ کے کیا کر سکو گے۔ تمہیں محسوس ہے کہ حزبِ الانصار آج پانچ سال سے اس فتنہ کی سرکوبی میں اپنی استطاعت کے مطابق حصہ لے رہی ہے مگر تم نے اس کی امداد و اعانت میں کیا کیا؟

اگر آپ نے ابھی تک اپنے فرض کا احساس نہیں کیا۔ تو اُٹھئے۔ اپنا فرض پہچانئے۔ اور اس فتنہ کی سرکوبی اور تحفظِ اسلام کے لئے جو کچھ بھی کر سکتے ہوں کر گداریئے۔ یہی وقت ہے کہ ہر فردِ توحیدِ اسلام پر اپنا جان و مال سب کچھ نثار کر دے۔ و با اللہ التوفیق!

ضروری گزارش: جن حضرات کی خدمت میں ماہِ جمادی و فروری کے رسالے بطور نمونہ ارسال کئے گئے ہیں۔ براہِ کرم وہ اپنے عندیہ سے جلد مطلع فرمائیں۔ ورنہ ماہِ اپریل کا پرچہ بذریعہ پی ایس ایموگا۔ نیچر

بنگش سنی اور کلب علی شیعہ کی پونہی ملاقات

نشاط۔ اگر قولاً قوتاً لینا پر عمل ہو تو بہتر ہوگا۔
بنگش۔ بسر و چشم۔ لیکن آپ نے جواب میرے
 مفہوم مندرجہ جس اسلام جس شائستگی
 اور تہذیب سے درخشف کے ۵ ارب ۲۲ لاکھ
 اودیکم وہ ارب ۲۲ لاکھ کے تین پرچوں میں
 رد و تلک کر کے زمانہ شب گود سے خراج
 تحسین حاصل کر کے اپنے غمزوں کا کرشمہ دکھایا ہے
 ان میں سے چند ایک آپ کے شریفانہ کلمات گونے
 دکھا کر بعض کے جوابات جو الہامیہ من کر کے کی
 کوشش کروں گا۔ و صوحنا
 (۱) خیدک کب ٹراتے ہیں (۲) پشتو سے پشتو یا یو۔
 (۳) ام یوایان شجرہ الماحونہ فی العتران۔
 (۴) ہا مفتوح منسوبہ ہنگو (۵) ہائے نسبی کی وجہ
 ہنگوی یا گوی کہلائے (۶) شوقی دعا شرارت
 (۷) شتم (۸) اس شخص ازیلی کے لئے زیادہ موزوں
 (۹) بنگش نوش (۱۰) کب کب گب گب (۱۱)
 تقیہ کو نفاق سمجھنا ہے۔ اور خود پکا ناجی ہے۔ جو
 تقیہ کے لباس میں رہتا ہے۔
 (۱۲) سو گوی اور گوی تیری میری جوڑی بنی فریاد
 (۱۳) گوی حقیقیہ (۱۴) گوی زرقیہ (۱۵) چل بے جاہلی
 (۱۶) لغت ہو اُس جاہلی پر جو اُس کو مولوی کہے۔
 (۱۷) سن اور مدغیر مقلد۔ (۱۸) بودم بے دال۔
 (۱۹) بی گوی (۲۰) گوی تقیہ کے لباس میں۔ اگرچہ

بنگش۔ کلب علی خوش آدمی؟ بھلا یہ تو بتائیے۔ کہ
 آپ کے ساتھ یہ حنم کون ہیں؟
کلب علی۔ یہ تو مولاناٹا ہیں۔ آپ خدا اپنی آنکھوں کا
 علاج کسی آئی ڈاکٹر سے کرائیے۔
بنگش۔ البادئی اعظم۔ دیکھ پیارے کلب علی۔ آپ کے
 موفانے میری نسبت کیا کیا شریفانہ ضمانت
 استعمال کئے ہیں۔ (۱) ہا مفتوح منسوبہ ہنگو
 (۲) لجا حلوکا، بی بنگش۔ علیکن۔ یہ تو حکم (۳) جنس
 میں ابی الجنس، کوئی عار کا مقام نہیں اگرچہ یہ
 روح راصحت نا جنس غذا بیت الیم
بنشاط۔ قہ قہ قہ۔ قہ قہ۔ اٹھتے بیٹھتے تھکو
 اصحاب ہی اصحاب نظر آتے ہیں۔ کیا صحبت
 سوا کوئی اور لفظ فارسی یا اردو وغیرہ آپ کو میسر
 نہیں ہو سکتا مثلاً محالیت یا مباشرت۔
بنگش۔ پیش پیش پیش۔ پیش پیش پیش۔ قابو میں رہو۔ آپ
 سے باہر نہ جانا۔ یہ لفظ بلا ارادہ۔ بدصا در ہوا۔
نشاط۔ یہ اپنی بولی میں کیا بیہودہ جھجک مارا۔
بنگش۔ یہ پشتو میں نام ہے۔ پیشاب کی اُس آواز کا۔ جو
 آپ کے ہم جنس فطرتاً کیا کرتے ہیں۔
نشاط۔ یکساں ہو گئی!
بنگش۔ پیاری۔ یہ آپ کے درخشف یکم نمبر قہ قہ
 کا جواب بھی ہے۔ اور نتیجتاً پیشاب اور ثبات
 ہو کر با ثواب بھی۔

یا غوث اعظم مدد سے جائز مگر یا علی مدد تو ناجائز
(۷۷) گوی کیا تقیہ میں رہو گے (۷۸) گوی میرا دل ناتوا
ہے کہ شیعی اصول ہیں (۷۹) وہابی لفظ خارجی -
راہی ناجی (۸۰) یہودی وہابی نصرانی (۸۱) تو گوی
میں گوی اور جی میں بھی (۸۲) لکائی تھے کم مبارک
فی بطنہم ناراض (۸۳) شاباش بیاد وادھا آف تیرا بیاد
وادی - (۸۴) ہت تیرا ستیا ناس (۸۵) خدا تجھے
تباہ کرے وہ گستاخ وہابی مدہا تعلیم یافتہ تیرے
عقل و فہم پر غور و کھینکے (۸۶) شمس بنام (۸۷) منگو
کے ایک جھینس خور وہابی (۸۸) درجہ نے اس
خارجیت کے نفاق شہرہ آفاق بعد مطراق ترقی
پیشا چاک چاک پیوستہ خاک کر دیا - (۸۹) گوی چٹان
حنفی نہیں تقیہ باز منافق ہے - راہی گوی خارجی
۵۱ مٹی کے تراڑ پٹاڑ سے سرسلاست چلا گیا -
امید ہے کہ تحلیف ابن ربیع کے طفیل اس سرکی
مرمت ہو سکیگی (۹۰) بی بگش (۹۱) اصحاب کا
لفظ سبحان اللہ اگر سنی مذہب سے واقف ہو تو مصاف
کہہ دیجئے کہ جیسے اصول میں پیغمبر بھی سہو نیاں
بلکہ نہ بیان سے محفوظ نہیں - (۹۲) شیخ اصحاب الخبۃ
کے تابع اور اصحاب النار سے بیزار - (۹۳) آپ
یعنی سنی اصحاب الخبۃ سے نا آشنا اور اصحاب الحج
پر فتنہ (۹۴) انشاء اللہ اگر ترقی نہ (۹۵) وہابی (۹۶) وہابی
جھوٹوں کے پیرو گوی - زیارت کرنا کو بس لاکھ گنا
زیادہ از حج تصور کرنا یہ آپ کی خارجیانہ کمزوری اور
وسوسا خاص ہے -
شجاعت کا علی کی ہے ثبوت اتنا فقط کافی
کہ اب بھی کاپ اٹھتے ہیں خوانح نام حیدر

لا ہو غیر فراری کا تمخض جس کو سر سے
علیہ ذوالفقار تیز ہو مولا نے دادر سے
یہ ہے مشتہ نمونہ از خسروارے جس کے فقر
فقرہ سے شرافت تسانت ٹپکتی ہے - اور ہر ایک
جملہ سوال ریمان جواب از آسمان کا مصداق -

آدم بر سر مطلب

ناظرین رسالہ شمس الاسلام خواہ اہل اسلام و یا غیر
اہل اسلام ہر ایک سے فرقہ فرقہ انتخاب ہے - کہ وہ ان گور
لے کے نشا طبعیم کو ملا حفظ و ذکر دے انصاف کہیں
کہ کیا یہ میرے سوالات یا اعتراضات کے جوابات ہیں جو
کلب علی صاحب شیعہ کے دوست از ملاقاتوں سے ظاہر یا
منسبط ہوتے ہیں - یہ تو واقعی کوئی پٹ اور کے ٹی بازار کے
نشا طیل افکار ہیں - کہ جو اپنے غمزہ ہائے مستوقانہ سے
قلوب مومنین کو افکار اور پارہ پارہ کر رہے ہیں - جس طرح کہ
ایک شیعہ امام نے بدوران جنگ حکم دیا - اضربوا وکلو
علی مصاصمہم انا کلام اللہ ناطق - جس کی تعمیل میں
ظالم اور سفاک اہل لشکر نے ہزاروں جلدیں قرآن مجید
کی اپنے تیر بارانی سے پارہ پارہ کر دیئے تھے - ان
پچاھ ویک (۵۱) دشنام دے مختلفہ میں سے جس کا
جواب دینا میں نے مناسب سمجھا - اس کا خبر دیکر بعد میں
ما فی الضمیر عرض ہوگا - چونکہ چار مقامات پر میرے متعلق
مؤنت کے ضامرا استعمال کئے گئے ہیں - اس لئے
نفس ناطق نشا طیل کو کوئی عذر اپنے نام محترم نشا طبعیم سے
توغاب نہیں ہوگا -

فقیر سہروردی بران اسلام جب مصاصم فاروقی کو
حمائی کرتے ہوئے دہشتے ہیں تو غیر اکے مینڈکوں کا
ٹرانا یک قلم بند کر کے در بدر خاک بر سر کر دیتے ہیں -

ثبوت چاہتے ہو تو انکاری جواب لکھ کر دوبارہ تشریح کا مطالبہ کر دو۔ موسوم پشتو پشتو یا پستو نہیں بلکہ پشتیان^{دینی} کی وجہ سے ان کی زبان کو مخفف کر کے پشتو سے موسوم کیا گیا ہے۔ (اعتراض) پشتیان فارسی کا محاورہ ہے ان کا دین کے ساتھ کیا تعلق۔

بیگم جان۔ بچہ تن بھی تو فارسی زبان کا محاورہ ہے۔ اس کے ایجاد سے حضرات نبی و علیؑ غلطہ حسن و حسینؑ علیہ السلام اللہ علیہم کے ساتھ کون سا تعلق۔ چہاں رقم ۵۰ + ۱۲ + ۱۳ + ۲۰ + ۲۱ + ۲۳ + ۲۹ + ۴۰ + ۴۱ + ۴۲ + ۴۳ + ۴۴ + ۴۵ + ۴۶ + ۴۷ + ۴۸ + ۴۹ + ۵۰ وغیرہ کے ہر ایک فقرہ کے بعد بجائے بگوش یا بگوشی کے گوی لکھنا۔ تو کیا آپ کے امام گوی نہیں۔ اگر یہ کچھ عجیب ہے تو صفحہ

اس گناہیت کہ در شہر شنائیر کمند

را اعتراض، چل دوڑ ہو بے ادب اور جاہل بھٹان۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک اماموں کے پاخانوں میں تو مشک کی بو سوتی تھی۔ (دخول کو اعیانہ المسک) دیکھ اصول کافی کتاب المجتہد۔ تو پھر کیا ایسے فرق بین میں تمہارا اور ان کا ہٹنا برابر لے لے نہ تارفتی حیات اپنے غصہ کو قابو میں رکھ۔ آپ کا امام محمد تقیؑ تو کچھ اور ارشاد فرما چکا ہے۔ حیات الطوب جلد اول ص ۲۱۰۔ حق تعالیٰ جو حضرت آدمؑ را خلق کر دجش طیب بود۔ و چہ سال افتادہ بود و ملائکہ میگذاشتند برو و میگفتند کہ از برائے امر علیہ آفریدہ شدنی و شیطان از دھنشی و دل سے شد و از جانب دیگر بیرونے رفت۔ پس باسی سبب چنین شد کہ ہم چہ در جہ فرزند آدم باشند۔ خبیث و بد بوئے وغیرہ طیب باشند۔ پس ایسی صورت میں اگر آپ کے امام آدمؑ زاد نہ ہوں تو میں اپنے الفاظ کو دایسوں گا۔ بائیں کا کچھ نمونہ بطور ہم فرما و ہم ثواب پیش کرنا چاہئے۔ ورنہ کہنا پڑے گا کہ در فضی آں باشد کہ او چپ نہ شود) اور نیز آئندہ ہم بھی سیکس خاطر خاطر آپ جیسے نازنین کے شکی گوی امام لکھ کر آپ کی محفل نشا ط کو سرگرم غذا کو ملے کیا کریں گے۔ کیا ہنگوی یا بگوشی لکھنے سے آپ کو عار ہے؟ یا اس نام نے آپ کو مبہوت بنا رکھا ہے۔

پچھم نمونہ ۶ + ۷ + ۸ + ۹ + ۱۰ + ۱۱ + ۱۲ + ۱۳ + ۱۴ + ۱۵ + ۱۶ + ۱۷ + ۱۸ + ۱۹ گالیوں کے جواب میں صرف اتنا عرض کر دوں گا کہ واقعی ایسے ذات یا ذوات تین ازلی ہیں۔ جنہوں نے اصلی قرآن کو بنام قسرتان محفوظ امت محمدی سے چھپا کر جن و انس کو نور ہدایت خداوندی سے اندھیر میں رکھ کر موجودہ قرآن کریم پر قرآن مشہور نام رکھ کر بے وقعت کرنے میں منافقت کی حد کر دی وہی بودم بے دال بھی ہیں اور مرتد بھی۔

ششم۔ نمبر ۲۱۔ گوی غیر مقلد تقیہ کے لباس میں غلام گوی بھٹان خفی نہیں تقیہ باز منافق ہے اے نشا ط۔ سرگامیہ حیات! تقیہ کی بناء اولاً عبداللہ بن ابی لکھی۔ بعدہ عبداللہ بن سبائے اس کو مستحق کر کے متعدد دفعات کا اس میں اضافہ کر دیا جس کا مختصر مدعا یہ ہے کہ دل اور زبان اکاب نہ ہو بلکہ ملتضاد ہوں۔ یعنی اپنی تمام عمر اس میں گذر کر اپنی مطلب برآری کرتا ہے۔ لیکن اپنے

خُبث باطنی کا اظہار کسی پر نہ کیا کرے۔ ایسے لوگ کتاب اللہ میں منافق کے نام سے یاد کئے گئے ہیں۔ اور جن کے واسطے وعید ہے اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرَکِ الْاَسْفَلِ مِنَ الْاَذْنِ اور میں جس چیز کو لعنت سمجھوں۔ پھر اُس کو بلا وجہ اپنے اوپر عائد کروں۔ میں آج تک بحمد اللہ خفی ہوں۔ اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اگر میں اس قول میں جھوٹا ہوں۔ تو وہ مجھے برباد کرے ورنہ منکر مغتری رافضی کا بیڑا غرق ہو۔ چونکہ مضمون زیر بحث کا دائرہ نہایت مختصر اور محدود ہے۔ ورنہ میں شیشہ زعفران کو آپ کے سامنے رکھ کر ایک ایک کونکے آپ کو بتا دیتا۔ کہ دنیا پرست تقیہ باز جب امیر المؤمنین حضرت علیؑ و ابن ابی سفیان کی خدمت میں حاضر ہو کر مال و دولت سے خود کو مالا مال کر کے واپس عراق جاتے۔ تو سیڑیوں نامردوں کی طرح پس پشت لعنت بھیجا کرتے تھے۔ ایسا ہی خلفائے عباسیہ کے حضور میں خوفِ مد کے ٹوٹن کر یا امیر المؤمنین یا امیر المؤمنین پکارتے رہے۔ جب زر و نقرہ سے جیبیں بھر کر واپس جاتے تو وہ وہ ذلیل اور کمزور اتہامات اُن پر لگا کر ایسے ایسے گندہ الفاظ اُن کے حق میں استعمال کرتے۔ کہ جو لوہیاں بازار کی کے ساتھ مختص میں جس سے باسائی پتہ چلتا۔ کہ منافق ایسے ہوتے ہیں۔

مستند نمبرات۔ ۲۲ + ۲۳ + ۲۴ + ۲۵ + ۲۶ + ۲۷ + ۲۸ + ۲۹ + ۳۰۔ توجہ میں بھیجیے۔ کیسے کیسے نادر اور شاہانگہ الفاظ ہیں۔ لیکن ملامت کیا ایسے ویسے ہزار ہا لعن و دشتم کے چمکدار جواہرات کا امامت کے عجائب گھر میں ذخیروں کے ذخیرے پڑے ہوئے ہیں جن سے اخذ کر کے علامۃ الناس رافضہ روز مرہ استعمال کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔ کافی ص ۱۵۱ + ص ۱۵۲ + ص ۱۵۳ + ص ۱۵۴ + ص ۱۵۵ + ص ۱۵۶ + ص ۱۵۷ + ص ۱۵۸ + ص ۱۵۹ + ص ۱۶۰ + ص ۱۶۱ + ص ۱۶۲ + ص ۱۶۳ + ص ۱۶۴ + ص ۱۶۵ + ص ۱۶۶ + ص ۱۶۷ + ص ۱۶۸ + ص ۱۶۹ + ص ۱۷۰ + ص ۱۷۱ + ص ۱۷۲ + ص ۱۷۳ + ص ۱۷۴ + ص ۱۷۵ + ص ۱۷۶ + ص ۱۷۷ + ص ۱۷۸ + ص ۱۷۹ + ص ۱۸۰ + ص ۱۸۱ + ص ۱۸۲ + ص ۱۸۳ + ص ۱۸۴ + ص ۱۸۵ + ص ۱۸۶ + ص ۱۸۷ + ص ۱۸۸ + ص ۱۸۹ + ص ۱۹۰ + ص ۱۹۱ + ص ۱۹۲ + ص ۱۹۳ + ص ۱۹۴ + ص ۱۹۵ + ص ۱۹۶ + ص ۱۹۷ + ص ۱۹۸ + ص ۱۹۹ + ص ۲۰۰۔ (درولی)۔

مستند نمبر ۳۱ کا جواب کافی کتاب الحجۃ ص ۲۳۱ میں مفصل درج ہے۔ مہدی عباسی خلیفہ بطائیف الحیل اور مکہ و دروغ یا پنج نہرا شرفی انعام حاصل کرنا۔ و امیر المؤمنین اور پس پشت شرک کہنا (من دینی نفسہ فقد دینی غایب) تو اسی کو کہتے ہیں۔ ایمان سے کہنا۔ کیا مکمل جواب ہے لیکن کہیں رحمت کے وقت داد صاحب یہ نہ کہہ دیں۔ شاہکشی بیٹا۔ داہ و اتم نے ہم کو پردہ تقیہ سے خوب بے نقاب کر دیا۔ اگر تم حکم نہ مارتے۔ تو بلاکش اپنے ترکش کو ہم پر چٹائی نہ کرتا۔ اُف تیرا بیڑا غرق رافضی بہت تیرا ستیا ناس۔ خدا تجھے مہ اپنے ملک کے تباہ کر دے۔ اگستخ دوم بے دال ہم امام مانور من اللہ ہو کر ایسے ذلیلانہ طریقہ سے خداوندی لقب امیر المؤمنین کو جو نہ رعب جبرائیل علی کے لئے نازل ہوا تھا۔ ایک فاسق مشرک کے لئے استعمال کر کے یا پنج نہرا شرفی وصول کر کے فریب جھوٹ اور دغا دہی کے ترکیب ہوتے۔ بتائے طابا اب تم پر آگے سے تھوکا

جائے یا پیچھے سے۔ **نہم**۔ نمبر ۳۷۔ شمس بدنام۔ آپ کے بول نجف سے بدرجہا نفیس اور اچھے۔ ۳۸۔ یہاں پر تو بھینس رافضیہ یا آل ابوطالب کی خداک ہے۔ خواتین سنگو کی نہیں۔ یہ آپ کی بدباطنی اور کذب فاحش ہے۔ نمبر ۳۹۔ خارجیت اور لفاق اور وہ بھی شہرہ آفاق۔

نشا طباطبائی تفسیر پر علم اور معلومات پر۔ خوارج وہ شیعہ شکر علی ابن ابی طالب کے تھے جنہوں نے کئی وجوہ پر مخوف ہو کر اپنے امیر پر خروج کیا حتیٰ کہ آخر کا شہید کر کے چھوڑا۔ اگر وہ تظنیہ اور منافقت سے کام لیتے۔ تو کسی مناسب موقع کو تاکتے۔ یا رافضی ابن علی کی طرح خفیہ خفیہ اسلام کا تختہ الٹا دیتے یا خارجیوں کا کام ہے۔ اپنی تیغ کو برابے نیام کر کے اپنے مخالف کو نیچا دکھانا۔ یا خود فنا ہو جانا۔ یہ تحسین و امامت کے نصاب درس میں داخل ہے۔ (التقیۃ من دین و دین آبائی) نمبر ۴۰۔ نخلین ابن ربیعہ کے ضربات بوجہ نصرت دین و اعانت سید المرسلین کے تھے۔ اس لئے آج تک وہ ذات مجموعہ صفات ذوالفضل و الدرجات پرودان امت محمدی کے نشا و ملحوظ و علامت ہے تو گویا مجھ ناچیز کو آپ اُس مقام ناممکن الحصول کو پہنچانا چاہتے ہیں۔ زحمت سعادت (بریں ٹرڈہ گرجاں) فٹ خم برداست۔

وہم۔ پیغمبر بھی سہو نسیان بلکہ (معاذ اللہ) نہ بیان سے محفوظ نہیں۔ اور اس عقیدہ کو سنیوں کی طرف منسوب کرنا گویا اپنی جہالت کا پورا پورا ثبوت دینا ہے۔

نشا و زینت باطام مجھ کو آپ کی سادگی اور سادہ کوچی نے آپ کو نابالغ تسلیم کرنے پر مجبور اور اس شش و پنج میں مبتلا کر دیا ہے کہ کیا ایسا از خود رفتہ دنیا و مافیہا سے بے خبر جس کو اپنے گھر کا بھی پتہ نہیں کسی جواب با خطاب کا لائق ہے یا نہ **الحجواب** (بشک ال سنت) مذہبی عقیدہ ہے۔ کہ پیغمبروں سے سہو اور نسیان ممکن ہے۔ اگرچہ خداوند کریم انہیں اس پر فوراً مطلع کر دیتا ہے۔ اور کوئی پیغمبر اس سے متشنا نہیں ہے۔ اسی ہی عقیدہ اے نازنین نشا و آپ کے مذہب کا بھی ہے۔ ملاحظہ ہوں (حیات القلوب جلد اول ص ۴۷) سے بابت کہ سلیمان بن داؤد ملاک شود۔ کہ نماز اور ترک شد۔ و وقت بدراقت۔ و لیکن مہر کہ نماز را فراموش کند ہرقت کہ بیا د اوئے آید بجائے سے آورد۔ جلد ۳۔ پس خلت علی بندہ یومیک ملاک بولیں خطاب کرد۔ کہ تو کیتی۔ گفت منم گناہگار۔ خطا کنندہ۔ ص ۳۳۶۔

پس موسیٰ در نفس خود ذلیل شد۔ و یافت کہ خطا کردہ است۔ ص ۲۳۷۔ جبرائیل نازل شد۔ گفت اے یعقوب بے فرما بے خداوند کہ اے یعقوب در وقتیکہ مصیبت اے نازل شد برو۔ اگر انتہار و توبہ میکردی بوائے من از گناہ خود ہر آئینہ آں بلا را از تو دفع میکردم۔ ص ۲۳۹۔

حق تعالیٰ وحی کرد بیوسف در زندان کہ چہ چیز ترا با خطا کاراں ساکن گردانید گفت جرم منم بوند

دیکھتے اور غلط نگار سلیمان۔ یونس۔ موسیٰ۔ یعقوب۔ یوسف صلوٰۃ اللہ علیہم ابراہیمؑ اور اس کے گھر کے
 نسیان اور خطا کے مزم قرار دیئے گئے۔ اور ان کے علاوہ آدم علیہ السلام کو بھی مذنب بہ دو اصول
 کفر قرار دیا گیا ہے۔ اور ابلیس کو ایک کا۔ فریدیں اگر موجودہ قرآن عظیم پر آپ کا ایمان ہو تو
 اس میں بھی سہواً نسیان از پیغمبران کا ثبوت دے سکتا ہوں۔ یوشع نبی عرض گزار ہے۔ کہ اے میرے
 پیشوا حضرت موسیٰ۔ (فاتی نسبت الحوت وما انسانید الا الشیطان) بچر خد آیت کے بعد موسیٰ
 کلیم اللہ خود خضر کو حسدست کرتا ہوا فرماتا ہے کہ (لا تاخذنی بما ضیت) اب اس سے صرف تین
 نتیجے لئے جاسکتے ہیں۔ اول یہ کہ ان آیات پر رافضہ کا ایمان نہیں۔ ورنہ ایسے مسئلہ عام حکم قرآن سے
 انعام نہ کرتے۔ دوم یہ کہ باوجود سب کچھ جانتے ہوئے یہودان مدینہ منورہ کی طرح حجبہ اور انکار
 پستے ہوئے ہیں۔ سوم۔ یکہ سہواً نسیان کے مندرجہ ارشادات قرآنی و ربانی کو تسلیم کرتے ہوئے
 اپنے خود ساختہ امانوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ خدا کی قسم کہ پیغمبروں کو خطا کا ثبات کرتے
 ہوئے جو ممدوحان خدا ہیں آپ اپنے خوب ساختہ غیر منصوب امانوں کو ہرگز ہرگز سہواً نسیان اور
 خطا سے بری اور مستثنیٰ نہیں کر سکتے۔ بل نہایں مراد یہودہ گوئی اس کو کسی پیغمبر کی طرف منسوب
 کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں۔ ایسے ویسے الزامات سے کسی صحابی کو مہتمم کرنا محض منافقین و رافضہ
 کا پروپیگنڈا ہے۔ اور یہ کہ میں نے آپ کے امانوں کو بزرگان جائز الخطا ظاہر کئے ہیں۔ سو مجھے اپنی
 غلطی کا اعتراف ہے۔ کیونکہ میں نے جو کچھ اظہار رائے کیا ہے۔ اس سے مراد انبیاء کے سوا تمام
 اولیاء اور مؤمنین ہیں۔ شیعوں کے امانوں کو ان کی کتابوں کے حوالہ اور احادیث کے مطالعہ سے اسی
 نظر سے دیکھ رہا ہوں جن آنکھوں سے شیعوں کے اولین و آخرین اصحاب رسولؐ حیدر علیہ السلام بالخصوص صحابہ
 ثلاثہ کو دیکھ رہے ہیں جس طرز سے ان کا ذکر اذکار رافضہ کرتے رہیں گے۔ اسی صدمے باز گفت و
 سننے رہیں گے۔ اس سے مراد وہ ذات قدسیہ نہیں جو جعہ بہ جعہ بعد از اصحاب ثلاثہ ان کے ذکر خیر سے
 ہماری تازگی روح و ایمان ہوتی رہتی ہے۔

(نوٹ) اس نصہیح کے بعد بھی اگر کوئی سُنی میرے مضامین کے مطالعہ سے جیں جہیں ہو تو
 یا تو ان کو اصحاب نبیؐ کے ساتھ اس قدر محبت نہیں جن کے دوست تھی ہیں۔ اور یا وہ رافضہ کے
 دُصِبت طالع ترا طالع کنند کے زیر اثر ہونگے۔ اور یا ان کی رگوں میں اس خون کی آمینہ ش ہوگی۔ جو
 تمام اولادِ آدم سے ایک علیحدہ جگہ دیک کے حامل ہیں۔ ورنہ میں اہلسنت سے ملتے ہیں۔ کہ
 وہ ازہر خند احکم (ذنی و المکذ بین) جھکوا رافضہ کے مقابلہ پر اپنے خرد گیری سے محاف کہیں
 یا زوہم۔ نمر۔ شجرۃ الملعونہ اور نمبر ۱۱ گہوی خیمہ کا جواب بھی ذرا ٹھنڈے دل سے بلکہ غور
 اور تدبیر سے سنیں کہ شجرۃ الملعونہ تو وہ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ جو جب ارشاد ربانی اور پیشینگوئی نبیؐ مدنی

ایران، سندھ، تاتارستان اور ماروائے آن مشرق کی جانب فتح کر کے زیر
تعلیم اسلام کرادیے۔ اور شام۔ یوم مصر، جزیرہ سلی و قبرص۔ سوڈان۔ الجزائر، یونیس، قرش
کو فتح کرتے ہوئے یورپ کی سرزمین میں جھنڈے گاڑ دیے۔ جن کی فتوحات نامکمل اللہ کا رکے
آئنا راج تک موجود بلکہ جن الطارق اب تک اُس کے مشہور فاتح بنی امیہ کے جنرل طارق رضی اللہ
عنه کے نام نامی سے زبان زد خاص عام ہے۔ ہاں شجرہ ملعونہ قرآن کے سابق اور موجودہ ان
کریم کے منکر ہو سکتے ہیں۔ جن کے ذکر کی اس وقت گنجائش نہیں۔ اور نمبر ۱۱ ختمیہ کی نسبت دینے سے
دکھلاہ گوشتہ و سہاں بافتاب رسید، گویا آپ نے باذل ایرانی کے یاد کو دوبارہ تازہ کرنے کی
کوشش کی۔ فی بدست عمر بود یک ریسمان، ذکر در کف حلالہ یسوان۔ ؟
دنگند در گردن شیراز کشیدہ اور ابرو بومر ؟

اہل ختمیہ ایسے ہوتے ہیں کہ شیروں کو بھی باز دھکر کھینچتے رہتے ہیں۔ خدام کو بھی صحیح محول میں
ختمیہ کے سبک میں منسلک کر دے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔ رہ زرقیہ کافقرہ۔ اس کا بھی کافی ذخیرہ
افغان وطن اہل تشیع کی کتب معتبرہ اور غیر معتبرہ سب میں موجود ہے۔ ان کا ذکر تحصیل حاصل ہے۔
دوا زو سلم۔ نمبر ۸۹۹۹ میں راقم مضمون کو جھوٹوں کا پیر بھکر اشداء علی الکفار کے
بعد ایک کی بجائے تین دفعہ زور کا قہ قہ لگا کر باللہ العظیم کہ اپنے کفر پوری مہر لگا کر بجائے جھوٹے
کے مجھ کو صادق ثابت کر دیا ہے۔ میں نے بھی لکھا تھا کہ اصحاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اشداء علی الکفار ہیں۔ آپ نے بھی اپنے قہ قہ بجایے میرے قول کی تصدیق کر دی۔ آیت کے کھانا
پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ (لیغیض بھم الکفار) اس کو بھی آپ نے اپنے طرز عمل سے اپنے چسپاں
کر دیا۔ اب اس پر معجزہ قرآنیہ نام رکھوں جو حقیقت ایسا ہی ہے۔ یا کر امت منگوی ختمیہ
الحمد للہ ثم الحمد للہ نشاط اور لب شیرین۔ اب تو فرمائیے۔ کہ خناس کون اور ربانی ہو اس کون
شجاعت کا علی کی ہے ثبوت اتنا فقط کافی
کہ اب بھی کانپ اٹھتے ہیں خوار زح نام حیدر

نشاط صداقت آیت۔ اس کے جواب میں آپ کے مولا کا ایک واقعہ معہ ارشادات طبع حیدریہ قلمبند
کر تا تھا دست بستہ ذرہ دار بدر دولت استادہ عرض ہوں۔ کہ اگر مولا علی کی داوید القبول آپ کے خواج
سے درست ہے اور جھوٹ نہیں ہے تو پھر حیدر کے نام سے خوار زح کا کانپ اٹھنا سفید جھوٹ ہے یا
سیاہ۔ اور تحت اللہ علی الکاذبین کا جملہ میاں پر قابل استعمال ہے یا کہ نہ۔ اور اگر واقعہ بالکل بکس
ہے تو ایسی حالت میں آپ اس کے کلام روشن کا کس پیرا میں تعبیر کرتے ہوئے منظر العجائب میں اضافہ فکر کے
صادق جھیرائیں گے۔ خدا کرے کہ آپ اپنی خاصی ضد کو چھوڑ کر حضرت شہید خدا کو کسی عیوبی سے معمولی دروغ گوئی کی
پیٹ میں لانے کی سعی حاصل نہ کریں گے۔ (باقی آئندہ) (خان زادہ غلام احمد خان بخش جیگئی)

مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ

یہ زمانہ مادہ پرستی اور سرمایہ داری کا ہے۔ دین و دنیا کا کوئی کام بھی سرمایہ کے نہیں چل سکتا یہی حالت میں ظاہر ہے کہ ہم جن مقاصد غلطی کو لیکر کھڑے ہیں اور جو بیجا و حیات مسلمانوں تک پہنچانا چاہتے ہیں اس کے لئے کتنے سرمایہ کی ضرورت ہے جس کے بل بوتے پر خدا کا پیغام خدا کے بندوں تک پہنچا دیا جائے مگر اہم غریبوں کے پاس اتنا سرمایہ کہاں۔ اس پر تشراد یہ کہ مسلمانوں کے سر پر کسی سرمایہ دار کا لا کھڑے نہ حکومت کی خوش دود چالوسی کی رو بہی و نہ ہی مصالحتیں جو اس کے اخراجات کی کفیل ہوں۔ نہ اس میں جن خوش فہمی غریبان تصویریں اور داستانیں ہوں جو خود رنگین فراہوں کو اپنی طرف کھینچ لیں۔ اور نہ اس کا کوئی تجارتی پہلو ہی ہوگا۔ کہ وہ تباہی کی تجارت سے اپنے اخراجات پورے کر لے۔ نئے دے کے اسے ایسے فداکاران اسلام ہی کا سہارا ہے جو اپنے سینوں میں تبلیغ اسلام کی تڑپ اور خدمت دین کا درد احساس رکھتے ہوں۔ ہم ان مسلمانوں سے پوچھنا چاہتے ہیں جو تبلیغ دین اور احساس فرض کا سچا جذبہ اپنے سینوں میں رکھتے ہیں جو دنیا میں اس لئے آئے ہیں۔ کہ کفر و شرک کی طاغوتی طاقتوں اور شیطانی قوتوں کو اپنا پیش کر کے خدا کی حکومت قائم کر دیں اور جو اسلام کی حمایت و حفاظت میں اپنا جان و مال سب کچھ قربان کرنے کے خوگر ہیں۔ کہ جہاں ہم رسالہ کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں وہاں آپ اپنے فرض سے غافل رہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے مسلمان اللہ کے نام پر سراسر اسلام کی امداد و توجہ کی طرف دستِ کرم بٹھاتے ہیں۔

ڈیڑھ روپیہ سال میں تبلیغ اسلام کے لئے خرچ کر دنیا کوئی بڑی بات نہیں۔ بشرطیکہ آپ اپنے فرض کا احساس کریں۔ اگر یہ نہ ہو تو کچھ بھی نہیں۔ نہ معلوم آپ کے کتنے ڈیڑھ بچے یا دوستوں کی خوشنودی میں خرچ ہو جاتے ہوں گے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ ڈیڑھ بچے سے خدا کی خوشنودی اور جنت خرید لیں۔ اگر مسلمانوں کا حشر دیدار تہیہ کر لے کہ وہ کم از کم دو حشر دیدار ضرور دیکھا۔ تو بس بڑا بابر ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ہماری یہ حقیر و ناچیز آواز رائیگاں جاتی ہے یا اثر کو بھی ساتھ لاتی ہے۔ کہیں بھد حضرت دیکھیں یہ نہ کہنا پڑے :-

ح

میری نماز جنازہ پڑھائی غیروں نے

مے تھے جن کے لئے وہ ہے وضو کرتے

خدا کرے کہ اس طرف وہ پاک لوحیں متوجہ ہوں جو غم ہی فضا میں جلوہ فگن ہیں۔ ایسے

قدر دانوں کی چھپاؤں میں ہم اپنے ارادوں میں کامیاب ہوں +

میرزا بیگ کے رد میں لا جواب کتابیں

ختم رسالت۔ مؤلفہ ماسٹر محمد مسلم صاحب بی۔ لے
لاہوری اس کتاب میں نہایت مہذبانہ پیرایہ میں میرزا بیگ
کے تمام دلائل کی تردید کی گئی ہے۔ اور عقلی دلائل سے
ثابت کیا گیا ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ قیمت ۱۲
میں اہلکہ پاکٹ بک مولانا عبدالکریم صاحب مولوی
فاضل ایڈیٹر مباحلہ کے نام نامی سے پرنٹ ہوا آدھی
واقف ہے مولانا مخرج قادیانیوں کے زبردست مبلغ
تھے۔ آپ نے قادیانیت سے قطع تعلق کے بعد قادیان
سرینہ رازوں کا انکشاف اس جرأت سے کیا کہ
قادیان کے حدود یوہا ریز گئے میرزا بیگ کے خلاف
میں بھیجی گئی۔ آپ نے حال ہی میں میرزا بیگ کی پاکٹ
بک کے جواب میں مباحلہ پاکٹ بک تصنیف فرمایا کہ
مسلمانوں پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ سائیز جی بیہنا
خوشنما جلد جس پر نہری حروف میں کتاب کا نام
لکھا ہوا ہے۔ اس کتاب میں میرزا بیگ کا رد
دلنشین پیرایہ میں بطور جذبہ کیا گیا ہے مولانا
مخرج قادیانی لڑکچہ سے خاص واقفیت رکھتے
ہیں۔ اس لئے یہ کتاب مبلغین اسلام کیلئے
بے حد مفید ثابت ہوگی قیمت عمر رعایتی ۱۲
مختصہ میرزا بیگ یعنی جریدہ شمس الاسلام کے دسمبر
کا ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا۔ اس
میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں درج
ہوئے ہیں۔ قیمت چار آنہ۔

ختم نبوت۔ مؤلفہ مولوی ابوالنور محمد رشید صاحب
کوٹلی کوٹارن صنع سیالکوٹ۔ اس کتاب میں فاضل
مؤلف نے میرزا بیگ کی پاکٹ بک میں اچھے بڑے
کے دلائل کا دندان شکن جواب دیا ہے۔ قیمت ۴
بازقہ ضمیمہ میرزا بیگ کی مائے ناز کتاب
تفہیمات پر نقد تبصرہ۔ قیمت دو آنہ
تحریک قادیان۔ مؤلفہ خبیبہ صاحب
مالک اخبار سیاست لاہور۔ قادیانیوں کے عقائد
پر مکمل تبصرہ اور رد۔ قیمت ایک روپیہ
سورۃ ختم میرزا مؤلفہ حاجی حکیم دائرہ محمد علی صاحب
اس رسالہ میں قادیانیوں اور میرزا صاحب کی تحریرات سے
ثابت کیا گیا ہے کہ میرزا غلام احمد قادیانی نہ نبی تھے نہ
مسیح نہ مجدد تھے اور نہ ہی ولی۔ بلکہ مرض مایخولیا کے
مریض تھے ان کے کلیہات اور دعویٰ محض مرض مایخولیا
کے باعث تھے۔ یہ رسالہ اب دوبارہ مضافہ طبع ہوا ہے
جس میں فاضل مؤلف نے میرزا بیگ کی بعض تحریروں کا
دندان شکن جواب دیا ہے۔ قیمت ۵
تذکرہ مشائخ بگویم پنجاب کے مشہور نامور غلام
کے تاریخی مستند حالات حضرت مولانا محمد نصیر الدین صاحب
شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات اور ان کے خواستہ
حضرات اس رسالہ کو بقیمت ہم ملے گئے ہیں
ملنے کا تہہ۔
خیبر صمد شمس الاسلام
پھیرہ۔ پنجاب۔